لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُواْ اللّهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے،
اور خدا سے اس کا فضل (وکرم) مانگتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔ (النساء)

خطباتِ حبّان

برائے دخترانِ اسلام

یعنی خطابات

شیخِ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبّان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ
خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ جلال آبادی) مدیر دارالعلوم محمدیہ بنگلور

جلد ہفتم

مرتب
ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

ناشر
مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خطبات حبان (برائے دختران اسلام) (جلد ہفتم)
خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی
مرتب	:	ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
کتابت وتزئین	:	مولانا فہیم الدین قاسمی سیتامڑھی، حبان گرافکس بنگلور
باہتمام	:	مولانا محمد طیب قاسمی
تعداد	:	تین ہزار (۳۰۰۰)
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA
#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبرشمار	عناوین	صفحہ
1	انتساب	11
2	لفظ فہمید	12
3	**اسلام میں عورتوں کا وقار**	19
	مذکورہ اقتباسات میں درج ذیل یہ نکات آئے ہیں	20
	نہ تو نکاح کی کوئی حد نہ طلاق کی	21
	اسلام نے ماں کو عظیم مرتبہ عطا کیا	23
	ماں کا درجہ اور مرتبہ	25
	مشرک ماں کے ساتھ بھی صلہ رحمی	26
	بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک دخول جنت کا ذریعہ	27
	بیویوں کے ساتھ حسن سلوک تاکید	28

	عورتیں شیشہ ہیں	29
	یہ بڑی بے مروتی کی بات ہے	31
	بیویوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا برتاؤ	31
4	**نکاح ایک عظیم اور ہمہ جہتی عبادت**	33
	کبیرہ عبادتیں اور فرائض اس وقت تک	35
	جمالی وجلالی عبادت	36
	عجیب وغریب عبادت	37
	شریعت کا اعجاز	38
	شریعت محمدی جوان ہے اور آج بھی اس کی حکومت قائم ہے	38
	شادی مجموعی عبادت کا نام ہے	40
	شادی حضور ﷺ کی محبوب سنت ہے	40
	نکاح جنت کے حصول کا ذریعہ ہے	41
5	**بیوہ عورت کی شرعی حیثیت**	43
	بیوہ کا نکاح ثانی عیب نہیں ہے	44
	مکمل طور پر اسلام میں داخل ہوجائیں	45
	بیوہ کا دوسرا یا تیسرا نکاح عیب نہیں	46
	تذکرہ حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا	46
	کن صورتوں میں بیوہ کا نکاح ضروری ہے؟	48
	بیوہ عورت کا نکاح بھی بہت ضروری ہے	48
	کنواری کے مقابلہ شادی شدہ کی نگرانی زیادہ ضروری ہے	49
	ایک مثال	50

	بیوہ کا نکاح نہ کرنے کے نقصانات	51
	اپنی حیثیت کے مطابق شادی ضرور کریں	51
	بیوہ انکار کرے پھر بھی اس کا نکاح کر دینا چاہیے	52
	عمر رسیدہ بیوہ نکاح نہ کرے تو کوئی حرج نہیں	53
	بیوہ کو اپنے نکاح کا خود اختیار ہے	53
	بیوہ کو ان کے والدین کے سپرد کر دیں	53
	جاہلانہ رسم پر خدا اور فرشتے کی لعنت	54
	جاہلانہ رسوم ورواج سے اپنے آپ کو بچائیں	54
	بیوہ کے ساتھ سسرال والوں کو کیا کرنا چاہیے؟	55
6	**اسلام میں عورتوں کے حقوق کی رعایت اور پاسداری**	57
	محترم ڈاکٹر سعید عاشورا اپنے ایک عربی زبان کے.........	58
	عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید	59
	عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کا حکم	59
	عورتوں پر مردوں کی فضیلت عورتوں کی تنقیص نہیں	60
	قرآن وحدیث میں مردوں کو عموماً ایک ہی صیغہ سے خطاب کیا گیا ہے	61
	عورت کا مقام ومرتبہ	62
7	**اسلام نے عورتوں کے لئے میراث میں حصہ مقرر کیا ہے**	64
	عورت کے لئے میراث میں کیوں ایک ہی حصہ	67
	عورتوں کے حقوق	68
	عورتوں کی حالت ناگفتہ بہ	68
	جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے رہبر.......	69

8	**اسلام کی نظر میں بہن اور بیٹی کا مقام**	71
	عورتوں کا حق میراث میں	72
	صنف نازک پر اسلام کی رحمت بے پایاں	73
	لڑکی کی پرورش پر کس درجہ اجر وثواب کی بشارت	75
	یہ کس درجہ احسان ہے عورتوں پر	75
	اسلام کے ہر حکم کو اپنانے میں ہی ہماری کامیابی ہے	77
9	**عورت کی فطرت سے بغاوت اور اس کے نقصانات**	78
	انسانی زندگی کے دو مختلف شعبے ہیں	79
	مرد کا شعبۂ زندگی باہر اور عورت کا گھر کیوں؟	79
	فلاح دارین کا ضامن صرف اسلامی قانون ہے	80
	آنکھ، زبان اور دست وپا تک کا زنا ثابت ہے	81
	عورت سراپا پردہ ہے	82
	پردہ کا مقصود کیا ہے؟	83
	اجنبی عورت سے خلوت میں گفتگو حرام	84
	عورت کا لباس کیسا ہو؟	85
	آج برقعہ بھی فیشن بن گیا ہے	86
	شیطان کس طرح لوگوں کو پھانستا ہے	87
10	**امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا دعوتی اسلوب**	88
	مذہب اسلام ہی زندگی کی تمام شعبوں کو محیط ہے	89
	رضی اللہ عنہم ورضوعنہ	90
	اپنے عمل سے منکرات کو ختم کرنے کی مثال	91

	عوام الناس کے قلوب کی اصلاح	92
	مزاجِ نبوت سے واقفیت	92
	خواتین کی اصلاح	93
	اپنے ماتحت لوگوں کی اصلاح کا طریقہ	94
	حکام کو نصیحت کا انداز	97
	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عملی فکر	98
	آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی عظیم مثال	99
11	**ہم اصلی مسلمان ہیں یا نسلی؟**	100
	واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ	102
	میرے دونوں ہاتھ نکلے کام کے	102
	میں اپنا گھر دوار سب چھوڑ چکی ہوں	103
	اسلام کی خاطر	104
	مجھے اللہ نے مرد بنایا ہے	104
	کیسے اچھے لوگ ہیں	105
	آہ! وہ دوراتیں	106
	کہانی عورت کی زبانی	107
	بلاشبہ وہ مومنہ ہے	110
	ہمارے ہی اعمال واخلاق کی وجہ سے لوگ برگشتہ پھر رہے ہیں	111
	ہر بات کے لئے ایک موقع ہوتا ہے	113
	زکیہ کا کچھ اتا پتہ نہیں	114
	اس کا علم اللہ ہی کو ہے	115

	ہم کب تک اسلام کی رسوائی کا سبب بنیں گے؟	115
	اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے	116
	اب کیا ضمانت ہے	117
	ہم خدا پرستی کے بجائے نسل پرستی میں مبتلا ہیں؟	118
12	**عورت کی زیب وزینت اسلام کی نظر میں**	120
	لباس کا مقصد ستر پوشی اور زینت	121
	اب تو معاملہ ہی الٹا ہوگیا	123
	خدارا مغرب کی تقلید سے بچیں	123
	مجھ سے پہلے کوئی پہن نہ لے	124
	اسلام نے زیورات کے استعمال کی اجازت دی ہے	125
	یہ لعنت آج عام ہوتی جارہی ہے	126
	زیب وزینت صرف شوہر کے لئے	127
13	**بہو ساس کا دل کیسے جیتے؟**	128
	بہو ساس کے دل میں جگہ کیسے پائے؟	129
	ساس خوش تو اسکا بیٹا یعنی شوہر بھی خوش	130
	ساس کا درجہ ماں کے برابر	131
	خوش اخلاقی سے ساس کا دل جیتو	132
	بہو ساس کو تحفہ پیش کرے	133
	خاندانی جھگڑے کی اہم وجہ حقوق کوادا نہ کرنا ہے	134
	ساس سے ملاقات کے لئے جانا	135
	ساس سے بہو مشورہ بھی لے	135

	گھر کا ماحول خوشگوار کیسے بنے؟	136
	شوہر کے حقوق	137
14	**مسلمان اور غیر مسلمان کی شادی کا فرق**	139
	یہ لفافہ کہاں سے آ گیا ہے	140
	دولت کا ناجائز استعمال	141
	شادی تجارت بن گئی ہے	142
	آپ بیٹی کی شادی کیسے کریں گے	143
	یہ مثالی رشتہ ہے	144
	سادگی سے نکاح	145
	جہیز اور تلک کی رسم ہندو سماج کا حصہ	146
	شادی، سادی کریں	147
	مجھے اسلام کا قانون پسند ہے	149
15	**ایک بے سہارا لڑکی کی ناگفتہ بہ داستان**	151
	محترمہ پردیپ کی پیدائش مسلم گھرانے میں	153
	مسلم شوہر کی اور ان کے اہل خانہ کی بدسلوکی	156
	غیر مسلم سے شادی	157
	مسلم گھرانے کی بے دینی	158
16	**اقوامِ عالم میں عورت کے ساتھ انسانیت سوز سلوک**	160
	جین مذہب میں عورت کو بدی کی جڑ بتایا گیا	162
	ہندو دھرم میں عورت کی توہین	162
	ایران میں عورت دشمنی	163
	عورت کے منہ پر تالا پڑا رہتا تھا	163

	فرانس میں عورت کی فروخت	164
	عورت ایک نازک ترین شیطان	165
	عرب میں عورت کی حیثیت چوپائے	165
	اسلام نے عورت کو عزت بخشی	166
	حق زندگی	166
	اسلام نے بچی کی پیدائش کو رحمت بتایا	167
	لڑکی کی پرورش پر جنت کی بشارت	167
17	**پڑوسی قرآن وسنت کی روشنی میں**	169
	اسلامی تعلیمات ہر شعبۂ زندگی میں	170
	پڑوسیوں کی تین قسمیں	171
	پڑوسیوں کے حقوق	171
	لمحۂ فکریہ	172
	ہم کب تک دھوکہ میں رہیں گے	173
18	**قرآن مجید کی حفاظت میں عورتوں کا کردار**	175
	جس پر آپ ﷺ کو بھی فخر ہے	177
	حضرت عبداللہ بن مسعود کی تلاوت قرآن	178
	صحابیات بھی قرآن کریم کی شیدائی تھیں	179
	دین کے شعبوں میں عورتیں مردوں کے مساوی	179
	قرآن کریم سمجھنے کے لئے حدیث کا پڑھنا بھی ضروری	181
	آہ! بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار	181
	جب ہم نیک اور پارسا ہوا کرتے تھے	181
	ماں کے اثرات بچے پر مرتب ہوتے ہیں	182

انتساب

خطبات حبان برائے دخترانِ اسلام کی ساتویں جلد کا

ثواب اور انتساب

میں اپنی دادی جان صغریٰ بیگم مرحومہ ومغفورہ

اور نانی اماں حمیدہ بیگم مرحومہ ومغفورہ

اور میری شریک حیات کی چاروں دادی اماں مرحومہ ومغفورہ

اور نانی اماں جمّی بیگم مرحومہ ومغفورہ

کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

خاکپائے آستانہ حاذق الامت

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاؤلی

دارالعلوم محمدیہ، خانقاہ رحیمی بنگلور

۴/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

۱۵/اگست ۲۰۱۱ء بروز جمعہ

لفظِ فہمید

عزیزہ ڈاکٹر امۃ البریۃ المعروف فہمیدہ سفیان، شاہ گنج دہلی

نَحۡمَدَہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم اَمَّا بَعۡد!

حمد ہے اس خالق برحق کی جس نے وجودِ انسانی بنایا اور عقل سلیم عطا فرمائی اور راہِ ذلالت سے ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی، اور دین اسلام جیسی عظیم نعمت سے نوازا، جس کے سبب ہم نے اپنے بھلے برے کو پہچانا، لاکھوں کروڑوں تحفۂ درود وسلام ہوں سرکارِ دوعالم جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مبارکہ پر جس نے ہمیں جہالت کی پستیوں سے نکال کر احکامِ شرعی بتائے، اور درود وسلام آپ کی آزواج، آل واصحاب پر جو دے کے اصولوں پر چلنے والے اور غدائے پاک کی بارگاہ میں مقبول ہیں۔

آقائے مدنی محمد عربی ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر اور رہنماء نہیں آئے گا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اَلۡعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الۡاَنۡبِیَاءِ“ علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں، جو

قیامت تک اس دین حق کے داعی اور محافظ بن کر قرآن وسنت کی ترویج اور اشاعت کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔

میرے والد محترم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی عظیم صفات اور کمالات سے مزین کیا ہے جو دل سے دینی کاموں کے درد اور اصلاح امت کی فکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔ ابوحضور جس قدر لڑکوں کی تعلیم وتربیت کیلئے کوشاں وفکر مند رہتے ہیں اس سے کہیں زیادہ بچیوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کیلئے میں نے آپ کو فکر مند پایا ہے۔ بحمد للہ انہیں کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ اس سے قبل ابوحضور کے خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام کی تین جلدوں کے علاوہ کافی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں تعلیمی اہمیت، ایمانی ترقی، اخلاقی بہتری ودینی معلومات سے متعلق بھرپور ذخیرہ ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ“، علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

تعلیم انسانی ذہن کو فکر وتدبر کی صلاحیت بخشتی ہے، اوہام وخرافات کے بندھنوں سے چھٹکارا دلاتی ہے، یہ صرف مردوں کیلئے مخصوص نہیں، عورتوں کیلئے بھی علم کا حاصل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ مردوں کیلئے، گھر کی ذمہ داری، دیکھ بھال، بچوں کی تعلیم وتربیت خصوصاً اس دور میں عورت کے کاندھوں پر ہے۔

یہ سچ ہے کہ بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، عورت کی تعلیم سے گھر اور خاندان کی اصلاح ہوتی ہے، اور خاندان صحیح ہو تو معاشرہ پاکیزہ بنتا ہے، عورت تعلیم یافتہ ہو تو دوزخ جیسے گھر کو جنت میں بدل سکتی ہے، تمام، مذہبی انسان اولیاء، حکماء سلاطین اور یہاں تک کہ خدا کے پیغمبر علیہم السلام اسی عورت کو ماں کہتے ہیں اور اسی کی گود میں پلتے ہیں، اسی نے ان کو لاڈ وپیار دیا ہے، اسی لئے تو خدا کے بزرگ وبرتر نبی کریم ﷺ نے عورت کو یہ تمغہ عنایت فرمایا ہے کہ ”ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے“۔

عورت کے وجود کے بغیر یہ ساری گل کاریاں اور اس کے نغمے سونے ہیں، عورت کے بغیر زندگی ویران وبے کیف ہے، ساری کی ساری رنگینی اور دلچسپی عورت ہی کے دم سے ہے، بہر حال ایک بچے کو عظیم انسان بنانے کے لئے ایک عظیم ماں کی ضرورت ہے۔ سچ ہے ماں کے خیالات کا اثر بچے پر ضرور آتا ہے، ماں کو اگر نماز، روزہ اور تلاوتِ قرآن کی عادت ہوگی تو بچہ بھی نمازی اور قرآن خواں ہوگا۔

ایسی ہی ہستی تھیں ہماری محترمہ دادی جان صاحبہ (مرحومہ) جو بے حد دینی مزاج، بلند اخلاق وعادات کی مالکہ تھیں، نمازوں کی پابندی ایسی کہ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین بھی گویا فرض سمجھ کر ادا کرتیں، ہر پریشان حال کی خاموشی سے مدد کر دیا کرتیں، ان کی نیکیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں ابوحضور جیسا قابل فخر بیٹا عطا فرمایا۔

محترم دادا جان ودادی صاحبہ نے ابوحضور کو ایسی بے نظیر ہستیوں کے زیر سایہ رکھا (حضرت مولانا عبد الرشید محمود عرف حکیم ننھو میاں نبیرہ حضرت گنگوہیؒ مجاز حکیم الامت حضرت تھانویؒ، اور قلندرِ زماں شیخ طریقت حضرت مولانا الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدیؒ اعرابی نبیرہ حضرت گنگوہیؒ خلیفہ ومجاز شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ) جن کی تعلیم وتربیت نے آپ کو تراش کر نایاب ہیرا بنادیا، بعد ازاں عارف باللہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ کے لائق اور فائق صاحبزادگانِ محترم جیسی عظیم ہستی کو حبیب الامت کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

ہم سبھی بھائی بہن اس معاملہ میں بے حد خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے نیک صفات والدین عطا کئے جو ہمارے لئے ایک گھنے سایہ دار اور پھل دار شجر کے مانند ہیں، جس کی ٹھنڈی چھاؤں سے ہم ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی فیضاب ہوتے ہیں، جن کی علم کی روشنی دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ ناچیز نے جب سے

ہوش سنبھالا ہے ابوحضور کو خلافِ شرح کوئی کام کرتے نہیں دیکھا، ہمیشہ ہر معاملہ میں شریعت کا بے انتہا خیال فرماتے ہیں، شریعت کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتے ہیں جو انتہائی معمولی ہوتی ہیں جن کے بارے میں نہ ہماری توجہ اس طرف جاتی ہے نہ ہی تصور ہوتا ہے۔ لیکن شریعت اسلامیہ میں ان کا بڑا مقام ہے۔ آپ کے پاس روحانی فیوض و برکات کے لئے حاضر ہونے والوں کی کثیر تعداد ہے، جہاں وعظ و نصیحت کا دور چلتا رہتا ہے، اصلاح سے متعلق ایسی گفتگو فرماتے ہیں کہ نرمی اور محبت و شفقت کے لبادہ میں سب کچھ سمجھا دیتے ہیں، لیکن سامنے والے کو محسوس بھی نہیں ہوتا، بعد میں خیال کرتا ہے کہ حضرت نے یہ باتیں میرے لئے ارشاد فرمائی ہیں، کم سے کم تر آدمی کو بھی اہمیت دے کر گفتگو فرماتے ہیں، شریعت کے خلاف کوئی بات دیکھی فوراً ٹوک دیا، اخلاص کی ترغیب فرماتے ہیں، کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی حاضر ہوتے ہیں جو اس سے قبل ان کی ذات سے (مالی یا زبانی) کسی بھی طرح کا نقصان پہونچ چکا ہوتا ہے، لیکن آپ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ناگواری کا اظہار نہیں فرماتے، بلکہ خدمت کے لئے تیار رہتے ہیں، اس کے متعلق ہمارے برادران میں سے کوئی بھی ابوحضور کے سامنے دبے الفاظ میں ناگواریت کا اظہار کرنے لگے تو ہلکا سا تبسم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میاں! اللہ کا شکر ادا کرو کہ تمہاری ذات سے اللہ کے بندے کو فائدہ پہونچ رہا ہے، بھلے ہی تم نقصان میں رہو، آخرت کے فائدہ کی فکر کرو۔

بہر حال! ابوحضور کی حیاتِ مبارکہ ایسے بے شمار واقعات اور خوبیوں سے لبریز ہے جو ایک متقی، صوفی کے اندر ہی پائی جاتی ہیں۔ آپ اپنے بزرگوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں کا بہت لحاظ اور حد درجہ اکرام فرماتے ہیں اور بہت ہی خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں، اپنے شیخ پیر کامل رہبر صادق حضرت مولانا شاہ حاذق الامتؒ سے

عقیدت و محبت کا تو یہ عالم رہا کہ جب بھی حضرتؒ سے شوق ملاقات کا کوئی موقع میسر ہوتا تو آپ کا چہرہ خوشیوں سے لبریز ہو جاتا، افسوس! حضرتؒ سے غم جدائی کے بعد وہ خوشی آپ کے چہرہ پر موجود نہیں۔ آپ حضرت حاذق الامتؒ کی حیاتِ مبارکہ میں بار بار پرنامبٹ دولت کدہ پر شوق سے حاضر ہوتے رہتے، جب بھی حضرتؒ کی تشریف آوری کی اطلاع ملتی تو گویا وہ دن آپ کے لئے کسی عید کے دن سے کم نہ ہوتا اور خوشی کی وجہ سے نیند نہ آتی۔

فرماتے ہیں کہ شیخ سے جتنی محبت ہوگی اتنا ہی فیض حاصل ہوگا، حضرت حاذق الامتؒ بھی آپ سے حد درجہ محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، جس پر ابوحضور کہا کرتے کہ حضرت کی یہ محبت و شفقت ہی میری دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے۔

میں سوچتی ہوں کہ حضرت حاذق الامتؒ و بزرگانِ دین سے عقیدت و محبت اور دلی خدمات کا صلہ ہے، ان کی دعاؤں سے اللہ رب العزت نے آپ کو ایسے اوصاف و کمالات، تقویٰ و پرہیز گاری اور امت کے درد سے نوازا، اور الفاظ میں ایسا جادو اثر عطا فرمایا کہ جن کی شیریں زباں سے دوست تو دوست دشمن بھی موم ہو جاتے ہیں، سچ ہے کہ جو اللہ کا محبوب بن گیا وہ دنیا کا بھی محبوب ہو جاتا ہے۔

مجھے ایسے نیک اور صالح باپ کی بیٹی ہونے پر فخر ہے اور فخر ہے اپنے شفیق محترم نانا جان و نانی صاحبہ پر جن کے ذریعہ امی حضور جیسی عظیم ماں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، جو بلند اخلاق، سمجھ و اطاعت، ایثار و قربانی والے جذبات سے بھرپور ہیں اور ان کا دل ہمیشہ اسلام کی سچی محبت اور عظمت سے معمور ہے، کبھی کسی مصیبت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وفاداری اور احسان شناسی کا نمونہ پیش کرتی رہیں، اپنی جوانی اور مال و دولت کو راہِ خدا میں وقف کر دیا، علمی و دینی سرگرمیوں میں ابوحضور کا ساتھ دیتی رہیں، علم دین کو پھیلانے کی خاطر، امت کی اصلاح کی خاطر اپنے نیک و بزرگ

والدین کو چھوڑ کر پردیس کی زندگی گزاری اور شوہر کی خوشی میں اپنی خوشی تلاش کرتی رہیں، سرورِ کونین ﷺ کا ارشاد ہے: ''اَفْضَلُہٗ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَّقَلْبٌ شَاکِرٌ وَزَوْجَۃٌ مُؤْمِنَۃٌ تُعِیْنُہٗ عَلٰی اِیْمَانِہٖ''، یعنی سب سے بہتر مال ہے ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور وہ مومنہ بیوی جو شوہر کی مدد کرے اس کے ایمان پر۔ کیوں کہ عورت کی وفاداری اور محبت ہی شوہر کے لئے سرمایۂ زندگی ہے اور اس کے ایمان کی تکمیل ہے، اس کے دین کی تقویت۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ازاں در زندہ زن شد نیم اول
کہ بے زن زندگی باشد معطل

زندگی یا زندہ رہنے میں پہلا لفظ ''زن'' ہے تو زندگی کا پہلا نصف عورت ہے، یعنی بغیر عورت کے زندگی ادھوری ہے۔

امی حضور نے ہمیشہ گھر کو جنت کا نمونہ بنائے رکھا اور سبھی بہن بھائیوں کی بھرپور شفقت، توجہ، محبت کے ساتھ پرورش فرمائی، اس سے بھی زیادہ تعلیم وتربیت اور اصلاح پر توجہ فرمائی، جھوٹ، چوری، غیبت، معاشرہ کی ہر چھوٹی بڑی برائیوں سے دور رکھا اور بہترین اخلاق سکھائے، اتنی قربانیاں دیں جس کا کوئی نعم البدل نہیں، ہم تینوں بہنوں کی ایسی تربیت فرمائی اور امت کی ایسی بیٹی بنا کر کھڑا کیا جو فخر کے ساتھ جی سکیں۔ ہمارے اخلاق، معاملات، معاشرت، رہن سہن سب کچھ والدہ کی قربانیوں اور کاوشوں کا صلہ ہے، مجھے ہمیشہ اپنے دل کی آواز سنائی دیتی ہے کہ انہیں کے دم سے زندگی کی گاڑی رواں دواں ہے، انہیں کے دم سے زندگی کی بہار ہے، ایک چمکتا دمکتا ستارہ ہیں، چودھویں کا چاند ہیں، قدرتِ الٰہی کی کاریگری کا بے مثال نمونہ ہیں۔ مجھے خوشی ہے اپنے قابلِ ستائش برادران (محترم المقام ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی وعزیزم مولانا محمد عثمان حبان دلدار قاسمی اور عزیز از جاں حکیم محمد عدنان حبان سلمہٗ) پر

جو والدین کے بے انتہاء مطیع وفرمانبردار ہیں، جن کی شخصیات میں والدین کی تعلیم وتربیت کی صاف جھلک عیاں ہے۔

میں نے سنا ''خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام'' کی مزید جلدیں منظر عام پر آرہی ہیں تو اس قدر خوشی ہوئی کہ اپنے دل کے کچھ تار زنجیروں میں قید کرنے چاہے حالانکہ ناچیز اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی، لیکن جذبات کے اظہار پر کوئی قید نہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت نے جس طرح یہ کام آپ سے لیا ہے اسی طرح یہ سلسلہ مزید جاری ہے، اور اللہ تعالیٰ ان تصانیف کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر امت کے لئے نافع اور ذریعہ آخرت بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے والدین کو صحت وعافیت، سکونِ قلب وقوتِ قلب عطا فرمائے، اطمینان، راحت، مسرت وشادمانیاں اور اپنی خوشنودیاں عطا فرمائے اور آپ کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے، آمین قارئین کرام سے بھی دعاؤں کی درخواست ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

والسلام

ابوحضور کی ناکارہ بیٹی
(ڈاکٹر) امۃ البریرہ فہمیدہ سفیان
۱۱/جون ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ

اسلام میں عورتوں کا وقار

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِکُمْ وَلَا تُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ، وَقَالَ تَعَالٰی فِیْ مَوْضَعٍ اٰخَر وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ.

محترم خواتین اسلام!

محسنِ انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ نے جب بلدِ اسلام مکہ مکرمہ سے دعوتِ حق کا اعلان فرمایا اس وقت نہ صرف شہر مکہ بلکہ پورے عرب میں جہالت وظلمت کا دور دورہ تھا۔ یہ طاقتور کمزور پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتا، ظلم واستبداد اور جبر وستم کی تمام شکلوں کو بروئے کار لایا جاتا۔ اسی قسم کے اسباب کے باعث اس دور کو ''دورِ جاہلیت''

کہا جاتا ہے۔ صنف نازک عورت تو نازک تھی ہی وہ کیوں کر مشقِ ظلم وستم نہ بنتی۔ اس دورِ جاہلیت میں ایک مرد بے شمار اور لامحدود شادیاں کرتا تھا اور جب چاہتا جس کو چاہتا طلاق دیتا اور میراث میں اس عورت کا کوئی حصہ نہ ہوتا تھا اور بیٹا اپنے باپ کی بیوی کو وراثت میں پاتا تھا اور بچیوں کو زندہ دفن کر دینا اس دورِ جاہلیت کا ایک امتیازی مزاج تھا۔ (دائرۃ المعارف ص252 ج6)

محمد فرید وجدی کچھ آگے مشرق المسیو جول لابوم کا قول نقل کرتے ہیں:

عربوں کی عادات میں سے تھا کہ مرد اپنی معاشی گنجائش کے ساتھ جتنی عورتوں سے شادی رچاتا اور اپنی خواہش نفس سے جب اور جس کو چاہتا طلاق دیتا اور بیوہ عورت اپنے شوہر کی میراث کا حصہ تصور کی جاتی جس کے نتیجہ میں شوہر کی اولاد اور باپ کی بیویوں کے درمیان ازدواجی رشتہ وتعلق قائم ہوتا، اسلام نے نہ صرف اسے حرام قرار دیا بلکہ اس رسم بد کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا ان سب برائیوں کے علاوہ دل کو ہلا دینے والی اور انسانی فطرت کے سخت خلاف ایک عادت یہ تھی کہ یہ عرب اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ (دائرۃ المعارف ص252 ج6)

مذکورہ اقتباسات میں درج ذیل یہ نکات آئے ہیں

(۱) لامحدود شادیاں کرنا۔ (۲) خواہش نفس کی پیروی میں عورت کو طلاق دے دینا۔ (۳) عورت کو وراثت سے محروم کرنا۔ (۴) بیٹے کا اپنی ماں کا وارث بننا۔ (۵) بچیوں کو زندہ درگور کر دینا۔ ہم ان نکتوں پر اسلام کی مبارک تعلیمات، رحمت ونور بھری ہدایات وتوجیہات کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیں گے۔ اسلام آیا پھر اس نے بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے پر پابندی لگا دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ. (سورہ نساء)

اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں عورتوں میں دو دو، تین تین، چار چار۔

آیت نے واضح کردیا کہ بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ترمذی کی حدیث ہے۔غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے،ان کی دس بیویاں تھیں وہ سب بھی اسلام لائیں، نبی ﷺ نے حکم دیا،ان میں سے چار رکھو۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے کہ ایک صاحب اسلام لائے ان کی آٹھ بیویاں تھیں،سرکار نے فرمایا ان میں چار رکھ سکتے ہو۔(ابوداؤد)

”لیکن اگر کوئی اندیشہ رکھتا ہو کہ ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں ان کے درمیان عدل وانصاف قائم نہ رکھ سکے گا تو اس کو ایک سے زیادہ بیوی لانے کی اجازت نہیں۔“

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً. (سورہ نساء)

پھر اگر تم کو ڈر ہو کہ تم ان بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی (بیوی رکھ سکتے ہو) بیوی کے بیچ عدل وانصاف فرض ہے، لباس،کھانے پینے،رہائش اور رات گزارنے،ان سب میں انصاف کرنا فرض ہے۔(کنزالایمان ص114)

اگر کوئی ان چیزوں میں انصاف نہ کرسکے تو اس کو ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی اجازت نہیں۔

نہ تو نکاح کی کوئی حد نہ طلاق کی

جاہلیت کی رسوم بد میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مرد جب چاہتا جس کو چاہتا طلاق دے دیتا اور اس طلاق میں ظلم یہ تھا کہ خاوند اَن گنت طلاق دے سکتا تھا۔امام ابن جریر طبری رقم طراز ہیں: مرد جتنی بار چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا کوئی

پابندی نہ تھی اور ہر بار عدت گزرنے سے پہلے وہ رجوع کرسکتا تھا،ایک مرتبہ ایک انصاری نے اپنی بیوی کو دھمکی دی کہ نہ تو میں تمہارے قریب آؤں گا اور نہ تو مجھ سے آزاد ہو سکے گی۔اس کی بیوی نے پوچھا یہ کیسے؟ تو اس نے کہا کہ میں تمہیں طلاق دیا کروں گا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرلیا کروں گا۔وہ عورت اپنا تاریک مستقبل کا تصور کرکے لرز اٹھی اور بارگاہ رسالت مآب رحمۃ اللعالمین ﷺ میں حاضر ہوئی اور اپنی مظلومیت کی داستان اور شکایت پیش کی۔

رب کائنات نے اپنے حبیب اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

”اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (سورہ بقرہ)

طلاق دو بار ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے اچھائی کے ساتھ۔(تفسیر الطبری) اَن گنت طلاق رجعی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا اور اس ارشاد ربانی نے عورت پر ہونے والے اس ظلم وستم کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ فرمادیا۔

(۱)عورت کا میراث میں کوئی حصہ نہ تھا عرب میں میراث کی تقسیم کا یہ قاعدہ تھا کہ عورتیں اور چھوٹے بچے اپنے مرنے والے باپ اور خاوند وغیرہ کی وراثت سے یکسر محروم کردیئے جاتے تھے اور اس کا سبب یہ بیان کرتے کہ جو میدان جنگ میں داد شجاعت دینے کے قابل نہیں وہ میراث پانے کا بھی مستحق نہیں۔

بھارت میں بھی عورت وارث شمار نہیں کی جاتی اور یورپ کا حال تو اس سے بھی بدتر تھا،یورپ میں صرف بڑا لڑکا وارث بنتا دوسرے لڑکے بھی میراث سے محروم رہتے،ایسے تاریک دور میں ہمارے نبی رحمت عالم فخر کائنات ﷺ پر حیات بخش پیغام بن کر آیت نازل ہوئی۔

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا. (سورہ نساء) اور عورت کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ

گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اس ترکہ سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔

اس آیت نے عورتوں کو مردوں کی طرح وارث قرار دینا اور بڑے لڑکے کی تخصیص ختم کر کے سب لڑکوں کو اپنے متوفی باپ کی وراثت میں برابر کا شریک بنایا، چھوٹی بڑی تمام جائیدادوں میں وارثین کو بقدر حصہ حقدار تسلیم کیا۔

قرآن کے الفاظ ”نصیبا مفروضا“ نے پوری قوت کے ساتھ واضح کر دیا کہ وراثت کے یہ حصے خالقِ کائنات کے مقرر کئے ہوئے ہیں اس میں ترمیم و تبدیل کا اختیار کسی کو حاصل نہیں۔

اسلام نے ماں کو عظیم مرتبہ عطا کیا

(۲) بیٹے کا اپنی ماں کا وارث بننا کتنی شنیع، اور قبیح اور ظالمانہ عادت تھی اس کا تصور کر کے بھی ایک شریف انسان کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے کہ ایک بیٹا اپنی ماں کے ساتھ وہ تصرف کرے جو ایک لونڈی یا ایک بیوی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

رب ذوالجلال اور اس کے حبیب ﷺ نے ماں کو کتنا عظیم مرتبہ دیا اس مظلوم کو ظلم کی چکی سے نکال کر اس کو ”ثریا“ کی بلندی و رفعت عطا فرمائی۔

پہلے ایک ایسا ارشاد ربانی سماعت فرمائیں جس میں ماں اور باپ دونوں کو محترم قرار دیتے ہوئے دونوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا، اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا۔ (سورہ الاسراء: ۲۳)

اور تمہارے پروردگار نے حکم دیا کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی یا دونوں تو انہیں اُف بھی نہ کہو اور انہیں مت جھڑکو اور جب ان سے بات کرو تو بڑی تعظیم سے بات کرو اور ان کے لئے تواضع اور رحمت کے بازو کو جھکا دو اور عرض کرو، اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم و کرم فرما جس طرح انہوں نے بڑی شفقت اور محبت سے مجھے پالا تھا۔

ان آیتوں میں کتنے اچھے اسلوب میں ماں اور باپ کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اس کے بعد کون ایسا مسلمان ہوگا جو عملی زندگی چاہتا ہے انحراف کرے گا۔ ماں باپ کے ساتھ جو برا سلوک کرے اور ان کی نافرمانی کرے اس کیلئے کتنے پرجلال انداز میں زبانِ نبوت سے یہ کلمات نکلے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ قُلْنَا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ: اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ (صحیح البخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! کیا تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضور نے فرمایا، اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَجُلًا ھَاجَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْیَمَنِ فَقَالَ ھَلْ لَّکَ اَحَدٌ بِالْیَمَنِ ؟فَقَالَ اَبَوَایَ فَقَالَ اَذِنَالَکَ قَالَ لَا قَالَ اِرْجِعْ اِلَیْھِمَا فَاسْتَاْذِنْھُمَا فَاِنْ اَذِنَالَکَ فَجَاھِدْ وَاِلَّا فَبِرَّھُمَا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے والدین میں

سے کوئی یمن میں موجود ہیں تو انھوں نے کہا کہ میرے والدین ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا کیا انھوں نے اجازت دی ہے تو اس یمنی شخص نے کہا کہ نہیں تو آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوٹ جاؤ اوران سے اجازت لو اگر اجازت دیں تو جہاد کرنے جاؤ ورنہ مت جاؤ ان کی خدمت ہی کرو۔ آپ اندازہ لگایئے کہ پیغمبر اسلام نے والدین کو کتنا بڑا مقام ومرتبہ عطا کیا۔

ماں کا درجہ اور مرتبہ

ماں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید میں ایک حدیث سماعت فرمائیں، حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ: اُمُّکَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ: قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ اَبُوْکَ (بخاری ومسلم)

میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں، پھر کون؟ فرمایا تمہاری ماں، پھر کون؟ فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ سرکار نے فرمایا تمہارے باپ۔

امام بیہقی نے روایت کی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِیْهَا قِرَاْءَةً فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانَ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ، كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ وَكَانَ أَبَرُّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ. (شعب الایمان ومشکوٰۃ ص ۴۱۹)

میں جنت میں داخل ہوا، اس میں میں نے قرات سنی، میں نے کہا یہ کون ہے؟ اہل جنت نے کہا یہ حارثہ بن نعمان ہے، اے میرے صحابہ ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کا یہ نتیجہ ہے۔ حارثہ ماں کے ساتھ اورلوگوں سے زیادہ حسنِ سلوک کیا کرتے تھے۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ جعرانہ میں لوگوں کے درمیان گوشت تقسیم فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک خاتون تشریف لائیں اور حضور کے قریب آگئیں، سرکار نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی، اس پر انہوں نے تشریف رکھی، صحابی راوی حضرت ابوالطفیل کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جن کو سرکار نے یہ اعزاز دیا، صحابہ نے بتایا، یہ حضور کی وہ ماں ہیں جنہوں نے حضور کو دودھ پلایا ہے۔ (مشکوٰۃ)

سرور کائنات رسول اللہ ﷺ نے اپنی دودھ پلانے والی ماں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہ سلوک فرمایا اور تعلیم دی کہ اس طرح ماں کو اعزاز دیا جاتا رہے بلکہ بخاری ومسلم کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ اگر ماں کافرہ یا مشرکہ ہو تب بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَزِیْدُ فِیْ عُمْرِ الرَّجُلِ بِبِرِّهٖ وَالِدَیْهِ ۔ حضر جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اس آدمی کی عمر میں اضافہ فرماتے ہیں جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔

مشرک ماں کے ساتھ بھی صلہ رحمی

حضرت اسماء بنت ابوبکر بیان فرماتی ہیں کہ میری مشرک ماں میرے پاس آئیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اس کو اسلام کی کوئی رغبت نہیں، کیا میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں، سرکار نے فرمایا: ہاں اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو۔ (مشکوٰۃ) یہ وہ ارشادات ہیں جو جاہلیت کی مظلوم ماں کو تحت الثریٰ سے نکال کر ثریا کی بلندی اور رفعت پر پہنچا رہے ہیں، سب سے زیادہ انسانیت سوز اور روح فرسا رسم جو، جاہلیت میں رائج تھی وہ بچیوں کو زندہ درگور کردینے کی وحشت ناک عادت تھی۔

بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک دخول جنت کا ذریعہ

قرآن نازل ہوا تو اس نے اعلان کر دیا: وَاِذَ الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ جب زندہ دفن کی جانے والی بچی سے پوچھا جائے گا کس گناہ میں ماری گئی۔ (سورہ تکویر)

روزِ قیامت اپنی بچی کو زندہ دفن کر دینے والے باپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ (بخاری ومسلم مشکوٰۃ) بے شک اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کو زندہ دفن کر دینے کو حرام فرما دیا ہے۔ بخاری ومسلم کی ایک اور ایمان افروز حدیث سنیں اور ایمان کو تازگی دیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: ایک عورت مجھ سے کچھ مانگنے کے لئے میرے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ اسے دینے کے لئے کچھ نہ ملا، میں نے وہ کھجور اسے دے دی اس عورت نے اسے نصف نصف کر کے اپنی دونوں بیٹیوں کو دے دیا اور خود کچھ نہ کھایا، پھر وہ اُٹھ کر چلی گئی اتنے میں نبی ﷺ تشریف لائے اور میں نے یہ واقعہ بیان کیا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهٗ سَتْرًا مِنَ النَّارِ (مشکوٰۃ) جو بچیوں کی اس قسم کی آزمائش میں مبتلا ہوا اور وہ ان بچیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ بچیاں اس کے لئے عذاب جہنم سے حجاب و پردہ بن جائیں گی۔

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث سنیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ. (مشکوٰۃ) جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ

بڑی ہو کر اپنے شوہر تک پہنچ گئیں تو ایسا آدمی اور میں، بروز قیامت ایسے ہوں گے اور حضور نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔ سبحان اللہ! یہ خوش بخت انسان اپنے نبی ﷺ کے بالکل قریب ہوگا۔ جس بچی کو زندہ زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا اس کی پرورش کرنے پر روز قیامت رسول اللہ ﷺ کا قرب خاص حاصل ہوگا۔ وہ عورت جس پر انسان ایسے مظالم ڈھاتا تھا جن کی ایک جھلک اوپر دکھائی گئی اس عورت کو اسلام نے وہ وقار اور اعزاز بخشا جس کی مثال دنیا کے کسی مذہب وملت میں یکسر ناپید ہے۔

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

رب تعالیٰ نے حکم دیا: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ النساء)

اے لوگو! تم عورتوں کے ساتھ خوب اچھائی کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ کائنات کے خالق ومالک نے کتنا واضح حکم دیا کہ میرے بندو ان عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسن سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو، اگر یہ عورتیں ناتواں اور کمزور ہیں تو میری قوت سے ڈرنا اور ان عورتوں کو ظلم وستم کا نشانہ نہ بنانا۔

رحمتِ کائنات رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَهْلِیْ. (مشکوٰۃ)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے ساتھ تم میں سب سے زیادہ بہتر ہوں۔ ان دونوں ارشادات سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جو انسان اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے وہ اچھا انسان نہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھ لے اور رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھ لے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرلے اور اپنے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کرلے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ. (سورہ بقرہ)

قرآن حکیم کی یہ تفسیر کتنی خوبصورت ہے، کتنے عمدہ الفاظ کے ساتھ زوجین کے تعلقات کو بیان فرمایا گیا ہے، جیسے وہ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں ویسے ہی تم ان کیلئے لباس ہو اس لحاظ سے دونوں کے حقوق وفرائض برابر ہیں، لباس کی تعبیر کتنی معنیٰ خیز ہے اس کی مختصر تفسیر، یہ ہے کہ لباس پردہ ہے، ہر عیب کو چھپاتا ہے، زینت ہے حسن وجمال کو نکھارتا ہے، راحت ہے سردی وگرمی سے بچاتا ہے، خدا ورسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ایک اچھی بیوی اپنے شوہر کیلئے اور ایک اچھا شوہر اپنی بیوی کیلئے پردہ ہو، زینت ہو اور راحت ہو۔ اس ارشاد عالی میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ انسان لباس کے بغیر نامکمل ہے، یہ لباس انسانیت کو مکمل کرنے والا ہے بلکہ ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عورت جو لباس انسانیت ہے اس کے بغیر دین بھی نامکمل ہوتا ہے۔

عورتیں شیشہ ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ أَحْرَزَ ثُلُثَيْ دِيْنِهٖ۔ (روح المعانی)

جس شخص نے شادی کی اس نے اپنے دین سے دوتہائی حصہ اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ یہ عورت نہ صرف گھر کی زینت وجمال ہے بلکہ دین کا بھی حسن وکمال ہے۔ اس کے بغیر گھر بھی بے رونق، مرد کی زندگی بھی اداس اور اس کا دین بھی ناقص اور ناتمام ہے۔ اسی لئے رحمت کائنات ﷺ نے اسے بڑی توانائی اور بڑا اعزاز بخشا۔ ہمارے

نبی ﷺ کی عملی زندگی میں اس اعزاز ووقار کی نادر وحسین مثالیں موجود ہیں اور اس سلسلے کے ارشادات بھی وہ ہیں جو زبان نبوت ہی سے صادر ہوسکتے ہیں دوسری کسی زبان میں وہ صلاحیت وقوت کہاں اور دوسرے کسی کلام میں وہ لطافت وبلاغت کہاں؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث روایت کی حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف لائے ان کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں آپ نے فرمایا: وَيْحَكَ يَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيْرِ.

اے انجشہ ان شیشوں (عورتوں) کو ذرا سنبھال کر آہستہ آہستہ لے کر چلو۔ سرکار نے ایک سفر میں اس وقت یہ ارشاد فرمایا جب یہ انجشہ رضی اللہ عنہ ان امہات کی سواریوں کو تیزی سے ہانک کر لے جارہے تھے جب حضور نے یہ حال دیکھا فرمایا: انجشہ! یہ شیشیاں ہیں کہیں ٹوٹ نہ جائیں، بڑے اطمنان وسکون اور وقار کے ساتھ آگے بڑھو، سبحان اللہ! سرکار نے عورتوں کی لطافت ونازک مزاجی کے سبب ان کو شیشیاں بتایا۔ غالباً دنیائے ادب نے پہلی مرتبہ یہ خوبصورت تعبیر ملاحظہ کی ہوگی۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ.

"ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، یہ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہوتا ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو تو ہڈی ٹوٹ جائے گی اور اگر تم چھوڑ دوگے تو ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہے گی اس لئے ان کے ساتھ میری وصیت قبول کرتے ہوئے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔" (بخاری ومسلم)

یہ بڑی بے مروتی کی بات ہے

صحیحین کی ایک اور حدیث سماعت فرمائیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمْ اِمْرَأَتَهُ جَلْدًا لِعَبْدٍتُمْ يُجَامِعُهَا فِيْ آخِرِ الْيَوْمِ (بخاری ومسلم) تم میں کوئی ایک غلام کی طرح اپنی بیوی کو نہ مارے پھر اسی بیوی سے دن کے اخیر میں صحبت کرے۔

یہ اندازِ تفہیم کتنا خوبصورت ہے کہ کسی شریف انسان کیلئے کیا زیب دیتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کی پٹائی کرے اور شام کو اسی کے ساتھ ہم بستری کرے۔ پیغمبر اسلام رسول اللہ ﷺ نے پوری امت کیلئے خطبۂ حجۃ الوداع میں اپنا آخری اور ابدی پیغام دیا، اس کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اس لئے کہ یہ عورتیں تمہارے پاس قیدی کی طرح ہیں، اپنی جانوں کی کچھ مالک نہیں، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلموں سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

یہ بڑی بے رحمی اور شقاوت قلبی کی بات ہے کہ آدمی اپنے بیوی کی بلاضرورت شدید پٹائی کرے اور وہ بھی اس طرح کہ جیسے غلاموں کی پٹائی کی جاتی ہے عورت کے ساتھ معاملہ حاکمانہ نہیں بلکہ دوستانہ ہونا چاہئے کیوں کہ جس طرح مرد کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں عورت شوہر کے کپڑے دھلتی ہے اس کے بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کرتی ہے اس کیلئے کھانا پکاتی ہے تو ان سب باتوں کا خیال کرکے اس غلطی سے چشم پوشی کرنی چاہئے۔

بیویوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا برتاؤ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. ’’بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔‘‘ بخاری ومسلم کی حدیث ہے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی بچیوں کے ساتھ

کھیل رہی تھی اور یہ بچیاں میری سہیلیاں تھیں ایسے میں جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو میری سہیلیاں (احتراماً) چھپ جاتیں پھر سرکار ان کو کھیلنے کیلئے میرے پاس بھیجتے پھر وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔ (مشکوٰۃ) سبحان اللہ! ادائے نبوت پر قربان جایئے۔ رسول اللہ ﷺ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور ادا سماعت فرمائیں، یہ بھی صحیحین کی روایت ہے ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے کے سامنے کھڑے ہوتے اور حبشی بچے مسجد کے صحن میں چھوٹے نیزوں سے کھیلتے، میں بڑے شوق سے ان کا یہ کھیل دیکھتی اور سرکار اپنی چادر سے میرا پردہ کرتے اور میں حضور کے کان اور بازو کے بیچ میں چھپ کر ان کا کھیل دیکھتی، حضور میری خاطر کھڑے ہی رہتے یہاں تک کہ میں ہی پلٹتی اور میرے حضور فرماتے اب بس کرو، پھر خود ہی فرماتی ہیں آپ خود اندازہ کرسکتے ہیں ایک کم عمر لڑکی جو کھیل دیکھنے کی شوقین تھی، حضور اس کی کتنی قدر فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

بیوی کے ساتھ محبت والفت کی یہ ایک ایمان افروز مثال ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات رسالت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کیلئے کتنے قیمتی تھے اس کا کوئی بھی اندازہ کرسکتا ہے مگر اتنا قیمتی وقت ام المومنین کی دلجوئی کیلئے صرف فرماتے۔

اور ہمارا یہ حال ہے کی شادی کے شروع ایام میں بیوی سے بات چیت کرنے کے لئے تو بڑے وقت رہتے ہیں مگر جیسے جیسے شادی سے بعد ہوتا جاتا ہے اسی قدر بیوی سے محبت میں کمی آجاتی ہے اور کام اور دھندوں میں اس طرح لگتے ہیں کہ بیوی کے حقوق تک کا خیال نہیں رکھ پاتے لیکن ظاہر ہے جتنی مصروفیات اور مشغولیات آپ ﷺ کو رہا کرتی تھی اتنی مصروفیات ہم کو نہیں رہتی ہے اس لئے بیوی کی دلجوئی اس کی نازبرداری ہم کو کرنی چاہئے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ☆

نکاح ایک عظیم اور ہمہ جہتی عبادت

اَلسَّلامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیۡ الۡقُرۡآنِ الۡمَجِیۡدِ وَالۡفُرۡقَانِ الۡحَمِیۡدِ،اَعُوۡذُبِا اللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ،بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ،"قُلۡ اِنَّ صَلاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ،لا شَرِیۡکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ،صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمِ .

(یہ بھی) کہہ دو کہ میرے نماز اور میری عبادت،اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہے،جس کا کوئی شریک نہیں،اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں۔(الانعام)

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَلنِّکَاحُ مِنۡ سُنَّتِیۡ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَمَنۡ رَغِبَ عَنۡ سُنَّتِیۡ فَلَیۡسَ مِنِّی.

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے اور ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ جو میری سنت سے اعتراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

دو عبادتیں جن سے غفلت عام ہے۔مفکر اسلام حجرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اس عہد اور ہمارے اس جوار کے ایک بڑے عارف باللہ حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ نے ایک بات فرمائی جس کو میں نے دہرایا بھی،اور لکھا بھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی پوری گہرائیوں تک ذہن ابھی نہیں پہنچا تھا،اور اب بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ پوری گہرائیوں تک پہنچ گیا ہے،فرماتے تھے: کہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ جن سے لوگ عام طور پر غافل ہیں،بلکہ ان کے عبادت ہونے سے بھی ناواقف ہیں،ان کو سرے سے عبادت ہی نہیں سمجھتے،ان پر عادات ہونے کی چھاپ اتنی غالب آچکی ہے کہ عبادت ہونے کی حیثیت بالکل محجوب نہیں بلکہ غائب ہوگئی ہے،ان میں سے ایک نکاح ہے،ایک کھانا،یہ بات حضرت نے بہت سیدھے سادے طریقہ پر (جیسا کہ بزرگوں کا قاعدہ ہے) فرمایا،اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے بڑی گہری بات فرمائی۔

اول تو عبادت کا مفہوم سمجھ لیں،عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ عبادت کا مفہوم ہے "کسی کام کو اللہ کی خوشی کے لئے اللہ کے حکم کے مطابق،اس کے رسول ﷺ کی تعلیم کے مطابق اجر وثواب کی لالچ میں کرنا،ہر وہ عمل جو اللہ کے خوشی کے لئے اور اتنا کافی نہیں ہے،بلکہ اللہ کے حکم اور شریعت کی تعلیم کے مطابق،اور اگر اس میں کوئی سنت ثابت ہے تو اسی سنت کے مطابق اس کو ادا کرنا،اجر وثواب کی امید پر اور اس پر جو وعدے ہیں،ان پر یقین کے ساتھ انجام دینا عبادت ہے"۔

اور یہ بات ہر عادت کو عبادت بنادیتی ہے،اور یہ روح نکل جائے تو ہر عبادت خالی اور محض رسم،اور نفس کی پیروی رہ جاتی ہے۔

کبیرہ عبادتیں اور فرائض اس وقت تک عبادت رہتے ہیں جب تک آدمی ان میں مشغول ہے

ابھی یہاں آتے ہوئے اچانک ذہن میں یہ بات آئی کہ جتنی عبادتیں ہیں وہ اپنے وقت کے ساتھ ہیں اور تھوڑے عرصہ کے لئے ہیں، مثلاً نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں، لیکن جب تک آپ نماز کے آداب کے ساتھ اللہ کے سامنے قبلہ رخ کھڑے ہوئے ہیں تو آپ عبادت میں ہیں، لیکن جیسے ہی آپ نے سلام پھیرا یہ عبادت ختم ہوگئی، روزہ بہت بڑی عبادت ہے، لیکن جب سے آپ نے روزے کی نیت کی اور روزہ شروع ہوا، صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک آپ نے روزہ کے احکام ومسائل پر عمل کیا، آپ روزہ کی عبادت میں مشغول تھے، لیکن ادھر آپ نے افطار کیا، روزہ کی عبادت ختم ہوگئی،

زکوٰۃ کا حال بھی یہی، آپ پر زکوٰۃ فرض ہوئی، اور آپ نصاب کے مالک ہیں، آپ نے مسئلہ کے مطابق زکوٰۃ نکالی، اپنے مال میں سے اور کسی کے حوالہ کردی، جب حوالہ کردی تو زکوٰۃ کی عبادت ختم ہوگئی، سب سے بڑھ کر حج کا معاملہ ہے کہ سب سے زیادہ وقت اس میں لگتا ہے، سب سے زیادہ مجاہدہ اس میں ہوتا ہے، بڑی ہمت کی چیز بڑی عزیمت کی چیز اور بڑے مرتبہ کی چیز ہے، لیکن وہ بھی اس وقت ہے جب آپ نے احرام باندھا اور حج کی نیت کی احرام کھولنے تک اور حج کے آخری مناسک ادا کرنے تک، آپ حج کی عبادت میں مشغول ہیں لیکن جیسے ہی آپ آخری مناسک سے فارغ ہوئے، آپ حج کی عبادت سے فارغ ہوگئے۔

لیکن ’’نکاح‘‘ کی عبادت عجیب ہے کہ یہ نکاح ایجاب وقبول سے لے کر سوتے رہیں آپ جاگتے رہیں آپ چلتے رہیں آپ باتیں کرتے رہیں آپ اس

عبادت میں مشغول ہیں یہ عبادت مستمر ہے یہ عبادت طویل ترین عبادت ہے اور اس میں حالات کا تغیر کوئی اثر نہیں ڈالتا نماز میں حالات کا تغیر اثر پیدا کرتا ہے، مثلاً یہ کہ آپ بول دیئے نماز کی عبادت ختم ہو جاتی ہے، اس میں حکم ہے کہ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ باتیں کرو حضور ﷺ تو کہانیاں تک سناتے تھے، بخاری شریف میں اُمّ زرع کی طویل اور مشہور حدیث ہے یہ بات کبھی ذہن میں نہیں آئی کہ حضرت نے یہ جو فرمایا کہ یہ عبادت ہے تو یہ ایک ایسی مسلسل عبادت ہے جس کی مثال مجھے ابھی نہیں مل سکی۔

جمالی وجلالی عبادت

بعض عبادتیں جمالی ہی جمالی ہیں، بعض عبادتیں جلالی ہی جلالی ہیں، بعض عبادتیں وہ ہیں کہ جب تک مشغول ومصروف ہیں وہ عبادت ہے، قرآن مجید کی تلاوت عبادت ہے، زبان چلتی رہے پڑھتے رہیں آنکھ سے دیکھتے رہیں، اس وقت تک آپ مشغول لیکن نکاح یہ ایسی عبادت ہے کہ اکثر عبادتوں کے تنوعات اس میں ہیں یہ عبادت ایسی ہے کہ اس میں مختلف مزاجی کیفیات اور ان مزاجی کیفیات سے کامیابی کے ساتھ گزر جانا اور ان مزاجی کیفیات کو برداشت کرنا اور جو اس میں مزاج کے خلاف باتیں پیش آئیں ان کا تحمل کرنا سب عبادت ہے تو نہ صرف یہ کہ یہ ایک طویل ترین عبادت ہے بلکہ بہت سی عبادتوں کے رنگ اس میں آگئے ہیں اس میں جہاد کی بھی عبادت ہے۔ اس میں حج کا بھی نقشہ ہے اس میں روزے کا پرتو بھی ہے نماز کا عکس بھی ہے تو سچی بات یہ ہے کہ حضرت نے بالکل القائی بات فرمائی حضرت نے فرمایا میں انے ایک شخص کو مجلس نکاح میں دیکھا کہ وہ سگریٹ پی رہا ہے تو میں نے کہا کہ دیکھو ایک شخص نماز میں سگریٹ پی رہا ہے لوگوں نے کہا کون ایسا بدبخت ہے

جونماز کی حالت میں ایسی حرکت کرسکتا ہے؟ میں نے کہا یہ عبادت کا موقع ہے، سب لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، متوجہ الی اللہ ہیں، اللہ ورسول کی باتیں سنیں گے اور مسلمان ہستیوں کے بلکہ سچ پوچھئے تو دوخاندان دوزندگیاں اللہ کے لئے ایک دوسرے سے مربوط ہو رہی ہیں، اور شریعت کے مطابق اور یہ اللہ کا بندہ یہاں سگریٹ پی رہا ہے تو یہ عبادت کی مجلس میں سگریٹ پی رہا ہے اس لئے کہ جہاں عبادت کی جائے وہ جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے نزول کی ہوتی ہے وہ موقع تفریح اور سگریٹ نوشی کا نہیں ہوتا۔

عجیب وغریب عبادت

یہ عجیب وغریب عبادت ہے کہ برسوں چلے گی، کھا رہے ہیں جب بھی عبادت میں ہیں سو رہے ہیں جب بھی عبادت میں ہیں جاگ رہے ہیں جب بھی عبادت میں ہیں اس کی تائید میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”جو تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھو گے وہ بھی صدقہ ہے، وہ بھی عبادت ہے اور یہاں تک فرمایا کہ انسان کے جو جنسی اور طبعی تقاضے ہیں ان کو پورا کرنا بھی عبادت ہے“ پھر صحابہ کرام سے بڑھ کر فقیہ کون تھا، لیکن ان کو بھی اس وقت ذرا تامل ہوا سمجھنے میں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیسے عبادت ہے؟ اس میں نفس کا تقاضہ پورا ہوتا ہے، انسان کے قلب کو اس کے دماغ کو سب کو فرحت حاصل ہوتی ہے تو اس کا حصہ تو مل گیا، قلب کو قلب کا حصہ ملا، دماغ کو دماغ کا حصہ ملا، جسم کو جسم کا حصہ ملا تو اس میں ثواب کیوں؟ فرمایا اچھا اگر غلط جگہ اور غلط طریقہ پر آدمی اپنا تقاضا پورا کرتا تو گناہ ہوتا؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ضرور فرمایا تو اُس پر تو گناہ ہو اور اِس پر ثواب نہ ملے یہ اللہ کے انصاف سے بعید ہے۔

شریعت کا اعجاز

ابھی تک اس تقاضہ کو پورا کرنے میں کیوں دیر لگی؟ اللہ کا حکم نہیں تھا وہ بیچ میں جو دیوار کھڑی تھی حجاب کی حرمت کی غیرت کی وہ دیوار بغیر اللہ کے حکم کے ہٹ نہیں سکتی تھی نکاح پڑھایا گیا، ایجاب وقبول ہوا نکاح پڑھانے والے نے کہا میں نے فلاں کو تمہاری زوجیت میں دیا، تم نے قبول کیا؟ اتنے مہر کے بدلہ، نوشہ نے کہا ہاں، بس وہ دیوار فوراً ہٹ گئی، اس وقت ساری دنیا اس دیوار کو ہٹانا چاہے، یعنی اس وقت کوئی بھی ملک اس دیوار کو ہٹانا چاہے تو نہیں ہٹا سکتا، اس کو تو ایک کلمہ ہٹائے گا کہ ہاں قبلت میں نے قبول کیا، اردو میں کہئے، ہندی میں کہئے، انگریزی میں کہئے، لوگ سمجھیں کہ اس نے کہا قبول کیا، یہ شرط ہے کہ لوگ بھی سمجھیں کہ ہاں ایجاب وقبول ہوگیا، وہ دیوار پاش پاش ہوگئی، دیوار دھواں ہوکر اڑ گئی، اب اس دیوار کو کوئی دوسرا کھڑا نہیں کرسکتا، نہ وہ حکومتیں اور طاقتیں اس دیوار کو ہٹا سکتی ہیں، نہ وہ حکومتیں اور طاقتیں اس دیوار کو بیچ میں لا سکتی ہیں، یہ صرف اللہ کے حکم کی طاقت ہے شریعت کی مسیحائی اور اعجاز نمائی۔

شریعت محمدی جوان ہے اور آج بھی اسکی حکومت قائم ہے

مجھے حضرت مسکین شاہ صاحب حیدرآباد کی ایک بات بہت پسند آئی، میں نے سنا کہ ایک بڑی بی، حضرت کے پاس بیعت ہونے کیلئے آئیں، عمر ۷۰۔۷۵ سال کی، حضرت کی عمر بھی ایسی ہی، تو انھوں نے کہا بی بی بیٹھو ایک طرف پردہ میں، اور چادر دے دو، ایک سرا پکڑ لیجئے انھوں نے کہا میاں آپ بھی بوڑھے میں بھی بوڑھی آپ بھی ۷۰۔۷۵ سال کے اور میں بھی ۷۰۔۷۵ سال کی تو پردہ کا ہے کا؟ فرمایا ہاں بی بی

ہم بھی بوڑھے تم بھی بوڑھی لیکن رسول اللہ ﷺ کی شریعت جوان کھڑی ہے مجھے اس سے شرم آتی ہے تو بھئی یہ شریعت جوان ہے اور یہی شریعت آج بھی ہم پر حکومت کر رہی ہے، یہ اتنے سب آدمی اسی کے حکم پر چل رہے ہیں، اللہ کے فضل وکرم سے جب تک ایجاب وقبول نہ ہو شرعی طور پر نکاح نہ ہو مجال نہیں کہ مرد عورت کا سایہ بھی دیکھ سکے آج بھی ہمارے گھروں میں ایسا پردہ ہے خدا کے فضل سے کہ پرچھائیں نہیں پڑسکتی کسی غیر مرد کی سب سے خون کا رشتہ ہے اور یقیناً یہاں بھی رشتہ ہوگا اور ہر جگہ ہے اور عام طور پر قرابتوں میں شادیاں ہوتی ہیں لیکن جب تک کہ شریعت بیچ میں نہ آجائے شادی نہیں ہوسکتی کیا مجال کہ کوئی مسلمان جس کے اندر ایمان ہے وہ شریعت سے روگردانی کرے اور کسی ملک کے قانون کے مطابق سول میرج کرلے کوئی شادی ویسی ہی کرے وہ کسی مولوی کو ڈھونڈ کر لائے گا کسی تبلیغی آدمی کو لائے گا مجلس ہوگی سو پچاس آدمیوں کے سامنے نکاح پڑھایا جائے گا، یورپ میں بھی ایسا ہورہا ہے کسی کی ایسی حکومت ہے کہ وہ خشکی اور تری پر شمال اور جنوب پر امیر وغریب پر بوڑھے اور جوان پر مرد وعورت پر ہر ایک پر اس کی حکومت ہو اللہ کا دین زندہ ہے اور اللہ کا رسول اپنی قبر مبارک میں بھی زندہ ہے اور اس کی شریعت اس دنیا میں بھی زندہ ہے یہ معجزہ ہے اور یہ بات اور طاقت صرف شریعت ہی میں ہے اور کسی چیز میں نہیں اس ازدواجی زندگی میں بھی ایسے مرحلے آتے ہیں کہ بعض مرتبہ آدمی بالکل اس کا جی چاہتا ہے کہ اس وقت کچھ کر گزرے، غصہ اتار دے وہ حقوق کا خیال نہ کرے حقوق کو پامال کردے اور دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا لیکن شریعت روکتی ہے نہیں یہ عبادت ہے پھر اس کے اندر کہیں مرضی کے خلاف کوئی بات ہو رہی ہے سب برداشت کر رہا ہے تو یہ عبادت نہیں عبادات کا مجموعہ ہے اور اس میں درجنوں عبادتوں کے نمونے موجود ہیں اور ان کے عکس موجود ہیں اس لئے یہ بڑی مبارک عبادت ہے۔

شادی مجموعی عبادت کا نام ہے

ایک موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ حلال کمائی کی طلب اور تلاش ایک فریضہ ہے، ہم لوگ نماز پڑھتے روزے رکھتے زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ جسے توفیق دیتا ہے وہ حج اور عمرہ بھی کرتا ہے تو ہم اسے تو عبادت سمجھتے ہیں مگر بہت سی ایسی عبادتیں بھی ہیں جن کو ہم عبادت نہیں سمجھتے حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم جو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو وہ بھی صدقہ ہے ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے رزق حلال کی فکر نہ رکھتا ہو اور اس کی کوشش نہ کرتا ہو ایک شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو تو جو بھی کام احکام اسلام اور شریعت وغیرہ کے مطابق ادا کرے گا وہ سب عبادت ہی میں شمار ہوگا بیوی کا نان ونفقہ اور خرچ اولاد کی تعلیم وتربیت ان کی دیکھ بھال والدین کی خدمت یہ سب چیزیں اسی وقت وجود میں آسکتی ہیں جب کہ شادی کا تحقق ہو شادی کی وجہ سے انسان کو یکسوئی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے اور بہت ساری برائیوں سے بچ کر انسان طاعات وعبادات کی طرف مائل ومتوجہ ہوتا ہے اس لئے شادی مجموعی عبادت کا نام ہے۔

شادی حضور ﷺ کی محبوب سنت ہے

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ نکاح میری سنت ہے اللہ رب العزت نے انسان بلکہ تمام حیوانات میں بھی خواہشات رکھی ہیں جس کو پورا کرنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر اس دنیا میں بھیجا انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے جنات

وشیاطین یہاں بسا کرتے تھے آسمان وزمین چاند سورج ستارے سبھی چیزیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی شیطان وجنات اور فرشتے کو اپنا خلیفہ اور نائب نہیں بنایا اپنا خلیفہ اور نائب جب بنانا ہوا تو انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے اندر خواہشات وجذبات بھی ودیعت کر دیا اچھائی اور برائی دونوں چیزوں کی رہنمائی کر دی۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰاهَا پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کر دیا اب ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ بن کر دنیا میں آیا ہے اس کے لئے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ ان تقاضوں کو چھوڑ کر زندگی گزارے اگر حیوانات کی طرح ہی وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کرے تو انسان اور جنوں میں فرق کیا رہ گیا شریعت مطہرہ نے جس کا ایک ایک حکم فطرت انسانی کے عین تقاضوں کے مطابق ہے شادی کے لئے اصول وضوابط مقرر کر دیئے ہیں جب ہم شادی کریں تو ان اصولوں کا ضرور خیال رکھیں جن اصولوں کو حضور نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں ایک حدیث میں آتا ہے خَيْرُ النِّكَاحِ الْيَسَرُهُ سب سے بہتر نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مَؤُنَةً سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔

نکاح جنت کے حصول کا ذریعہ ہے

اصل چیز ہے انسان کا اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر اللہ کے حکموں پر عمل کرنا ارشاد باری تعالیٰ ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ اے ہمارے حبیب مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی کر لیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں عموماً دنیا میں جو بھی فساد برپا ہوتے ہیں ان کے تین اسباب ہوا کرتے ہیں زر، زمین، زن یعنی روپیہ پیسہ زمین جائیداد اور عورت اس

روئے زمین پر جو سب سے پہلے ناحق قتل ہوا وہ عورت ہی کی وجہ سے ہوا ایک شخص اپنی خواہشات کو غلط طریقہ سے پورا کرنے کے لئے اپنے حقیقی اور سگے بھائی کا خون کر دیتا ہے جب کہ خواہشات کی تکمیل ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو ہر طرح کے غلط طریقوں پر آمادہ اور تباہ کر دیتی ہے حتیٰ کہ بعض لوگ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اسی لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے نوجوانوں کی جماعت تم میں جو شخص شادی کی طاقت رکھتا ہے یعنی مہر اور نان نفقہ کا انتظام کر سکتا ہے تو وہ ضرور شادی کرے اسلام سے پہلے لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کئی کئی شادیاں کر لیتے جس کے لئے نہ کوئی قید تھی نہ پابندی لیکن آج کل کا زمانہ اس سے کہیں اچھا نہیں ہے بلکہ بدکاری اور زناکاری تو عام ہوتی جارہی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ بے پردگی اور عریانیت اور شادی میں فضول خرچی اور اسراف اگر پردے کا خیال کیا جائے اور شادیاں بکثرت ہوں فضول خرچی کم کریں تو بہت حد تک برائیوں پر کنٹرول ہو سکتا ہے اور صالح اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور گناہوں سے بچ کر انسان نیک زندگی گزار سکتا ہے جس کے نتیجہ میں دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور ہمیشگی کی جنت کا حقدار و مستحق بن سکتا ہے۔

اللہ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

بیوہ عورت کی شرعی حیثیت

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

’’اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار مہینے دس دن انتظار کریں پھر جب مقررہ مدت پوری کرلیں تو تم پر کوئی حرج نہیں اس میں جو وہ اپنے بارے میں کریں ’’شرعی‘‘ قاعدے کے موافق‘‘۔

عفت مآب میری ماؤں اور بہنوں اور عزیز طالبات اور حضرات معلمات آج ایک اہم موضوع پر میں آپ سے خطاب کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہے بیوہ عورت کی شرعی حیثیت حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی عورتوں کے حقوق کا مکمل پاس ولحاظ کرنے والا مذہب ہے اسلام نے عورتوں پر بڑے احسانات کئے ظلم وستم کی چکی میں پسنے والی عورت کو اوج ثریا پر پہنچا دیا اور عورتوں کو مکمل حقوق دیئے جس کی وجہ سے عورت باوقار اور امن وسکون کی زندگی گزار سکتی ہے قبل از اسلام عورتوں کی کوئی حیثیت نہ تھی اور شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد عورت کو باعزت زندگی گزارنے کا کوئی حق ہی نہ تھا بلکہ بعض ملکوں میں اسے زندہ رہنے کا حق ہی نہ تھا خود ہمارے ملک ہندوستان کا بھی یہی حال تھا کہ اگر بدقسمتی سے شوہر مر گیا تو عورت کو معاشرے میں کوئی اہمیت نہ دی جاتی اور ذلت کی زندگی گزارنی پڑتی کہ وہ مجبور ہو کر اپنی زندگی پر موت کو ہی ترجیح دیتی بلکہ آگے بڑھ کر میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ معاشرہ میں قانوناً اسے زندہ رہنے اور زندگی گزارنے کا کوئی حق ہی نہیں تھا اور شوہر کے ساتھ اس کے لئے اپنے تن نازنین کو سپردِ آگ کرنا لازم اور ضروری تھا جس کو ستی سے تعبیر کرتے تھے لیکن قربان جائیے مذہب اسلام پر کہ اس نے بیوہ عورتوں پر کس قدر احسان کئے کہ اسے دوبارہ شادی کرنے کی مکمل آزادی اور کامل اختیار دیا چناں چہ خود صاحب شریعت ﷺ نے عنفوان شباب میں جو نکاح کیا وہ ایسی عورت سے جن کی عمر ۴۰ سال اور دوبارہ بیوہ ہو چکی تھیں اور ان کی موجودگی میں آپ علیہ السلام نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔

بیوہ کا نکاح ثانی عیب نہیں ہے

جہالت کی وجہ سے بعض لوگ بیوہ کے نکاح ثانی کو عیب سمجھتے ہیں، بعض جگہ یہاں تک غضب ہوتا ہے کہ اگر لڑکی کی منگنی ہونے کے بعد لڑکے کا انتقال ہو گیا تو پھر

لڑکی کو تمام عمر بغیر شادی کے گھر میں رکھا جاتا ہے، اور یہ بات تو آج کل معاشرہ میں عام ہے کہ شادی کے بعد اگر لڑکی بیوہ ہوگئی تو اس کی دوسری شادی کی نہ اتنی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہے، حالاں کہ شرعی حیثیت سے بیوہ کے نکاح ثانی کو عیب سمجھنا یا اس کے نکاح ثانی کو برا جاننا گناہ کی بات ہے۔

مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جائیں

میں اپنی بزرگ ماؤں سے بڑے درد کے ساتھ یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ خدا واسطے اللہ کے اس فرمان پر غور فرمائیں۔ یَـا اَیُّھَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلاَ تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنَ.

اے ایمان والو! پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی مت کرو بلاشبہ وہ تمہارا صریح اور کھلا ہوا دشمن ہے۔

جب ہم مسلمان ہیں تو اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ اسلام کے سارے ہی احکامات پر عمل کریں رسول اللہ ﷺ کے دور میں لڑائیاں ہوتی تھیں چناں چہ غزوۂ احد میں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت قیس بن حذافہ سہمی شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کے لئے کہا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا چناں چہ بعد میں بتایا کہ مجھے اس وقت نکاح کی حاجت نہیں پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی تو انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر کچھ دنوں بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں تشریف لائیں اور امت کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہوا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ مجھ سے ناراض ہوئے ہوں گے کہ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

آپ کو کوئی جواب نہیں دیا کہ آپ ﷺ نے حفصہ سے نکاح کا تذکرہ کیا تھا اور یہ ایک راز تھا میں اس کو قبل از وقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اگر آپ ﷺ نہ کرتے تو میں حفصہ سے ضرور نکاح کر لیتا اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بیوہ عورت کے والدین دوسرا نکاح کرنے کی جدوجہد کریں۔

بیوہ کا دوسرا یا تیسرا نکاح عیب نہیں

زمانہ جاہلیت میں عرب میں یہ رسم رائج تھی کہ اگر کوئی شخص مر جاتا تو اس کی بیوی کے نکاح پر پابندی تھی اور یہ رسم ہندوستان میں بھی رائج ہے کہ بیوہ کو نکاح نہیں کرنے دیا جاتا یا ایسی صورت حال پیدا کی جاتی ہے کہ وہ نکاح ثانی نہ کرے، اکثر اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کی جائیداد الگ کرنی پڑے گی، ایسی رسم جاہلیت کو مٹانے اور اس کی اصلاح کی سخت ترین ضرورت ہے۔

تذکرہ حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا

دور صحابہ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ صحابیات نے یکے بعد دیگرے کئی نکاح کئے ہیں اس وقت آپ کے سامنے حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا کے متعدد نکاح کا تذکرہ کرتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کتنی مصیبتیں برداشت کی ہیں جس شوہر کے نکاح میں بھی گئیں انجام کار وہ شہید ہی ہوا انکا سب سے پہلا نکاح عبداللہ بن ابی بکر سے ہوا چوں کہ پہلے ہی سے حسن و جمال کی پیکر تھیں بلکہ یہ کہیے کہ اسم بامسمّٰی تھیں کیوں کہ عاتکہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کو سرخ رنگ کی خوشبو لگی ہوئی ہو یا زعفران جس کو خوب ملا ہو یہی وجہ تھی کہ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان

سے بے انتہا محبت رکھتے تھے حتی کہ بعض دفعہ یہ محبت اور بے پناہ میلان ان کو جنگوں میں شرکت کرنے سے بھی مانع تھا اس لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے طلاق دینے کا حکم دیا چناں چہ باپ کی اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے بادل ناخواستہ طلاق رجعی دے دی لیکن ہر وقت بے چین رہتے تھے اور غم فراق میں اشعار گنگناتے رہتے تھے ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی سن لیا تو رجعت کی اجازت دے دی ان کا ایک شعر سنا دیتا ہوں جس سے ان کی محبت کا اندازہ ہو سکے گا۔

وَلَوْلاَ اتِّقَاءُ اللّٰهِ فِیْ حَقِّ وَّالِدِهٖ وَطَاعَةِ مَّا كَانَ مِنَا التَّفَرُّقِ (اگر والد کے حق اور اطاعت میں اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو ہماری طرف سے کبھی جدائی نہ ہوتی)

غزوۂ طائف میں ان کو شدید زخم آیا اور اسی زخم کی وجہ سے شہید ہو گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا پھر جب یہ بھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے حواری حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا جب یہ بھی شہید ہو گئے تو خلیفہ رابعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا تو حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب بھیجا کہ اے امیر المومنین آپ لوگوں میں بقیہ ماندہ اور مسلمانوں کے سردار ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے چچازاد ہیں آپ کے سر کے قتل کا خوف کرتی ہوں میں نے جس مرد سے شادی کی وہ شہید ہی ہوا اسی لئے مدینہ میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ جو کوئی شہادت چاہتا ہو وہ حضرت عاتکہ بنت زید سے نکاح کر لے الغرض حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا صبر واستقامت کی کوہ تھیں ہر ایک شوہر کی شہادت پر مرثیہ کہا اور اپنے درد وغم اور فراق وجدائیگی کے رنج والم کو اپنے اشعار کی لڑی میں پرویا اللہ نے ذہانت وفطانت بے مثال عطا فرمائی تھی فصاحت وبلاغت میں ید طولیٰ رکھتی تھیں طلاقت لسانی اور اشعار خداداد تھی فی البدیہہ اور برجستہ اشعار کہتی تھیں اللہ تمام خواتین میں بھی عاتکہ رضی اللہ عنہا جیسے عمدہ

اوصاف پیدا فرمائے۔ میں بیوہ عورت کے نکاح سے متعلق بات عرض کر رہا تھا صحابیات کا تذکرہ جب آ جاتا ہے تو دل تو یہی چاہتا ہے کہ چلتا ہی رہے پھر میں اسی موضوع کی طرف آ رہا ہوں۔

کن صورتوں میں بیوہ کا نکاح ضروری ہے؟

بیوہ کے نکاح اول سے زیادہ نکاح ثانی کی فکر ضروری ہے: بیوہ کے پہلے نکاح کے مقابلہ میں (جب کہ وہ کنواری تھی) دوسرے نکاح کی فکر کرنا زیادہ اہم ہے کیوں کہ پہلے تو وہ میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں خالی الذہن تھی اب تو وہ اس سے واقف ہو چکی ہے، ایسی حالت میں وساوس اور شوہر بیوی کے تعلقات کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے جس سے کبھی صحت وتندرستی، کبھی عصمت وعفت، کبھی دین اور کبھی سب برباد ہونے کا اندیشہ قوی ہوتا ہے۔ اس لئے ہرگز غافل نہیں رہنا چاہئے اور نہ ہی مطمئن رہنا چاہئے کہ اب تو یہ بیوہ ہو چکی ہے اس کے نکاح کی اتنی سخت ضرورت نہیں ہے جتنی کہ غیر شادی شدہ لڑکی کی۔

بیوہ عورت کا نکاح بھی بہت ضروری ہے

میری گزشتہ معروضات کی روشنی میں یہ بات پوری طرح واشگاف ہو چکی ہوگی کہ بیوہ کے نکاح کی فکر والدین کی بہت بڑی ذمہ داری ہے جب تک اس کا کہیں مناسب رشتہ نہ لگا دیں اس وقت تک چین وسکون سے نہ بیٹھیں۔

آخر آپ نے سن ہی لیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر خنیس بن خذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے شہادت کے بعد جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو کس طرح ان کے نکاح کی فکر کی اور یکے بعد دیگر صحابہ کے پاس اپنی بیٹی کا رشتہ

لے کر گئے لیکن اللہ نے ان کے لئے ام المومنین اور زوجہ مطہرہ بننا مقدر کر دیا تھا ظاہر ہے آپ ﷺ کا دور خیر القرون کا دور کہلاتا ہے جس میں خیر اور بھلائی ہی غالب تھی مگر پھر بھی صحابہ کرام اپنی بیوہ بیٹیوں کی عدت پوری ہوتے ہی ان کے نکاح کا انتظام کر دیا کرتے تھے جب کہ ان پاکیزہ نفوس سے جن کی پرورش اور تربیت خالق ارض وسماء کے محبوب اور برگزیدہ بندے فرما رہے ہیں برائی اور بے حیائی کا گمان نہیں کیا جا سکتا ہے تو آپ خود فرمائیں کہ ہمارے اس شر القرون کے دور میں بیوہ کا نکاح کس قدر ضروری اور اہم ہے۔

کنواری کے مقابلہ شادی شدہ کی نگرانی زیادہ ضروری ہے

عام طور سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کنواری لڑکی کی نگرانی اور حفاظت کی ضرورت ہے شادی شدہ عورت کی نگرانی اور اس کی نگہداشت کی ضرورت نہیں، درحقیقت یہ خیال ہندوؤں سے ماخوذ ہے، اس خیال کا منشاء یہ ہے کہ اگر کنواری سے کوئی حرکت ہو جاتی ہے تو اس میں بدنامی، ذلت اور رسوائی ہوتی ہے اور شادی شدہ سے کوئی حرکت ہو جاتی ہے تو بدنامی نہیں ہوتی، کیوں کہ اس کا تو شوہر ہے اس کی طرف نسبت کی جائے گی مگر یہ خیال انتہائی جہالت اور بے حیائی پر مبنی ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب انسان دین سے دور ہو جاتا ہے تو اس کی عقل بھی رخصت ہو جاتی ہے، اگر ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کنواری کی نگرانی اور حفاظت کی اتنی ضرورت نہیں جتنی شادی شدہ کے لئے ضروری ہے اور اس کی مصلحت یہ ہے کہ کنواری میں قدرتی طور پر شرم وحجاب زیادہ ہوتا ہے تو گویا اس میں ایک طبعی رکاوٹ موجود ہے، اور شادی شدہ عورت میں قدرتی طور پر جو شرم وحجاب ہوتا ہے وہ بہت کم ہو جاتا ہے اور مانع طبعی اس میں برائے نام رہتا ہے اس لئے اس کی عزت وآبرو اور عصمت

وعفت کو محفوظ رکھنے کے لئے بہت زیادہ نگہداشت کی ضرورت ہے، نیز کنواری کو رسوائی کا خوف بھی زیادہ ہوتا ہے اور شادی شدہ کو اتنا خوف نہیں رہتا، اس لئے شادی شدہ کی طبیعت برے کاموں پر کنواری سے زایدہ مائل ہو سکتی ہے، اس کی حفاظت کنواری سے زیادہ ہونی چاہئے، مگر لوگوں نے اس کا الٹا کر رکھا ہے، کیوں کہ آج کل اس کی پرواہ نہیں کی جاتی کہ عصمت وعفت محفوظ رہے صرف اپنی بدنامی اور رسوائی کی پرواہ کی جاتی ہے۔

ایک مثال

میں مثالوں کے ذریعہ اپنی ماؤں اور بہنوں کو یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ بیوہ کا نکاح کس قدر ضروری اور اہم ہے جب تک شیر کو اپنے وجود کا علم نہیں ہوتا اس وقت وہ بکریوں کے ساتھ زندگی بسر کر لیتا ہے لیکن جس دن اسے یہ خیال ہو جائے کہ میں تو کسی اور نسل کا ہوں تو اسی دن وہ الگ ہو جائے گا گویا کہ وہ ابھی تک بھولا بھالا تھا اس لئے سادگی کی زندگی بسر کر لینے پر قناعت کرتا تھا اور جب ایک مرتبہ اس نے کسی بکری کا خون چوس لیا تو اس کو خون چوسنے کی لت اور عادت پڑ جائے گی اب نہ اس کو بکریوں کے ریوڑ اور گلہ میں رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی انسان اس کو پال سکتا ہے بلکہ اس کا واحد راستہ اس کی زندگی کو باقی اور سلامت رکھنے کے لئے یہی ہے کہ اس کو جنگل کا راستہ دکھا دیا جائے ورنہ یہ اس کو تباہ وبرباد کر دے گا۔

ٹھیک اسی طرح شادی شدہ عورت کو بھی زن وشوئی کا چسکا لگ چکا اب شوہر کے بغیر تنہا زندگی گزارنا اس کے لئے بڑا مشکل کام ہے اس لئے تمام ماؤں سے درخواست ہے کہ اگر ان کی بیٹیوں کے ساتھ ایسی صورت پیش آجائے (خدا نہ کرے) تو جلد از جلد دوسرا رشتہ تلاش کر کے نکاح کر دیں۔

بیوہ کا نکاح نہ کرنے کے نقصانات

بعض اوقات بیوہ عورت اتنی تنگدست ہوتی ہے کہ کھانے پینے تک کی محتاج ہوتی ہے لیکن رسمی شرافت کی وجہ سے کسی کے یہاں مزدوری بھی نہیں کرسکتی اور اگر دوسرے کے گھر کی مزدوری کے لئے تیار ہو جائے تو بعض اوقات اسی گھر میں رہنا پڑتا ہے چوں کہ اس کا کوئی سرپرست نہیں ہوتا اس لئے بُرے لوگ اس بیچاری کے درپے ہوتے ہیں اور کبھی لالچ سے اور کبھی ڈرادھمکا کر کسی حیلہ بہانے سے خاص کر جب اس میں نفسانی خواہش ہو اس کی عفت وعصمت اور عزت وآبرو پر ڈاکہ ڈال دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے جس طرح مردوں میں خواہشات رکھی ہیں اسی طرح عورتوں میں بھی رکھی ہیں بلوغیت کے بعد جس کا ظہور ہوتا ہے اور اس کا صحیح اور عمدہ طریقہ نکاح اور شادی ہے۔

اپنی حیثیت کے مطابق شادی ضرور کریں

اسلام نے رہبانیت کو پسند نہیں کیا بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے خصی کرا لینے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو تجرد کی زندگی نہیں گزارنی چاہئے اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق مناسب رشتہ کرلینا چاہئے ورنہ شیطان ہر مرد وعورت کے پیچھے لگا رہتا ہے اور بیوہ عورت کو تو طرح طرح سے وسوسہ دلا سکتا ہے کہ تمہاری تو شادی ہوچکی ہے تم کیوں کسی چیز سے ڈرتی ہو ڈرے وہ جو پاکیزہ اور غیر شادی شدہ ہو۔

چونکہ اس کے اندر حیا بھی کنواریوں کے مقابلہ میں کم ہے اس لئے اس کے گناہ میں پڑنے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لئے میری ماؤں اور بہنوں کو بیواؤں کی شادی

کی طرف بڑی خاص توجہ کی ضرورت ہے تا کہ معاشرہ برائیوں سے پاک ہو اور صالح اور پاکیزہ زندگی گزرے۔

بیوہ انکار کرے پھر بھی اس کا نکاح کر دینا چاہئے

اسلام کے احکام وقوانین فطرت انسان کے موافق ہیں شریعت مطہرہ نے شادی کے لئے لڑکی کی اجازت کو ضروری قرار دیا لیکن ہر لڑکی یعنی شادی شدہ اور غیر شادی اپنی زبان سے صاف طور پر نہیں کہہ سکتی اگر باکرہ لڑکی ہے تو شرم وحیا اس میں زیادہ ہوگی اس لئے شریعت نے زبان سیکھنے کا مکلّف نہیں بنایا ہے بلکہ اسکا مسکرا دینا یا آہستہ سے رو دینا ہی کافی قرار دیا ہے۔

لیکن بیوہ یا مطلقہ کی شادی کی اجازت کیلئے شریعت نے زبان سے صراحت کے ساتھ اجازت دینے کو ضروری قرار دیا ہے کیوں کہ شرم وحیا جو شادی سے قبل اس میں تھی وہ شوہر سے ملنے کی وجہ سے سب ختم ہوگئی اور اگر زبان سے نہ اجازت دے تو سمجھا بجھا کر نکاح کے فوائد اور صحابیات کے واقعات سنا کر اس کو نکاح پر آمادہ کریں اور بہتر سے بہتر رشتہ تلاش کریں ورنہ اس سے پورا خاندان اور معاشرہ تباہ وبرباد ہوگا اور پھر بعد میں کف افسوس ملنے کے سوا کوئی فائدہ نہ ہوگا آج کل بعض لوگ اس طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے صرف انھیں لڑکیوں کی شادی کی فکر زیادہ کرتے ہیں جو کنواری ہیں ٹھیک ہے کنواری لڑکیوں کی شادی ضرور کریں اگر نہیں کریں گے تو قیامت کے دن سوال کیا جائے گا لیکن جو بیوہ آپ کے گھر میں بیٹھی ہو اس کا بھی مناسب اور ضروری بندوبست کریں کیوں کہ یہ آپ کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔

عمر رسیدہ بیوہ نکاح نہ کرے تو کوئی حرج نہیں

جہاں تک ممکن ہو بیوہ کا نکاح کر دینا ہی مناسب ہے، ہاں اگر کوئی بیوہ بچہ والی ہو اور عمر رسیدہ بھی ہو اور کھانے پینے کی بھی سہولت ہو اور وہ نکاح کے لئے راضی نہ ہو اور قرائن کے ذریعہ شوہر سے اس کے بے نیاز ہونے کا پتہ چل جائے تو اس کے لئے نکاح نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بیوہ کو اپنے نکاح کا خود اختیار ہے

شوہر کے مرنے کے بعد عورت پر سسرال والے اپنا حق سمجھتے ہیں اور عورت کے ماں باپ کو اس کا مالک نہیں سمجھتے بلکہ وہ عورت خود بھی اپنی مالک نہیں رہتی، نہ وہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے اور نہ ماں باپ کر سکتے ہیں بلکہ جہاں سسرال والے چاہیں وہاں نکاح کر دیا جاتا ہے مثلاً خسر چاہے کہ اپنے چھوٹے بیٹے سے نکاح کرے اور باپ چاہے کہ دوسری جگہ کرے تو باپ کی بات نہیں چلتی یہ بھی بیوہ عورت پر سسرال والوں کی طرف سے ایک قسم کا ظلم ہے اس لئے کہ بیوہ عورت اپنے نکاح کی خود ہی مالک ہے اور اس کے ماں باپ، نہ کہ سسرال والے اس لئے نکاح کے معاملہ میں سسرال والے مشورہ تو دے سکتے ہیں دخل نہیں دے سکتے ہیں۔

بیوہ کو ان کے والدین کے سپرد کر دیں

زمانہ جاہلیت میں شوہر کے مرنے کے بعد اس کا سوتیلا بیٹا اپنے باپ کی بیوی کا مالک ہوا کرتا تھا الحمدللہ آج کل ایسا تو نہیں ہے کوئی بھی قوم ایسا نہیں کرتی ہے مگر شوہر کے انتقال کے بعد سسرال والوں کو بیوہ لڑکی پر اپنا کسی طرح حق رکھنا اور اس کے نکاح کے لئے دخل دینا درحقیقت یہ بھی زمانہ جاہلیت ہی کی خرابی ہے اس لئے

اس سے بچنا چاہئے اور عدت پوری ہونے کے بعد اس کو عزت وقار کے ساتھ اس کے والدین کے سپرد کر دینا چاہئے ہاں اگر کوئی مناسب رشتہ نظر آئے تو اس سلسلہ میں ان کی رہنمائی کر دینا چاہئے اور مشورہ دینا چاہئے کیوں کہ یہ بھی ایک طرح کی خیر خواہی ہے پھر والدین اپنی لڑکی کا نکاح جہاں چاہیں گے اپنی مرضی سے کریں گے۔

جاہلانہ رسم پر خدا اور فرشتے کی لعنت

اگر سسرال والے بہو کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں تو یہ پہلا گناہ ہے اور پھر ماں باپ کے حق کو روکتے ہیں تو دوسرا گناہ ہے، تیسرے جوان عورت کو اختیار ہے جہاں چاہے اپنا نکاح کرے، اگر سسرال والے اس اختیار کو باطل کرتے ہیں تو یہ شریعت کی کھلی ہوئی مخالفت ہے، کیوں کہ اس طریقہ سے عورت کی آزادی اور ماں باپ کے حق پر حملہ ہوتا ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے کو اچھا بھی سمجھتے ہیں کہ ہم نے بیوہ کا نکاح کر دیا حالاں کہ انہوں نے نکاح کی کسی مصلحت کی رعایت نہیں کی اور جو کچھ کیا شریعت کے خلاف کیا۔

زمانۂ جاہلیت میں کبھی اس قسم کے ظلم ہوتے تھے حضور ﷺ نے اس کو مٹایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”چھ شخصوں پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے لعنت کرتے ہیں ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو رسم جاہلیت کو تازہ اور زندہ کرتا ہے۔“ لہٰذا جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ گویا شریعت کی کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں انہیں اس رسم جاہلیت کو چھوڑ دینا چاہئے اور اس کو مٹانے اور ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

جاہلانہ رسوم و رواج سے اپنے آپ کو بچائیں

حضور ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کی ایک ایک رسم کو مٹایا اور سارے صحابہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (مسلمان بھائی بھائی ہیں) کا

عملی نمونہ تھے قرآن نے ایک دوسری جگہ ان کی یہ صفت بیان کی ہے رُحَمَآ ءُ بَیۡنَهُمۡ (سارے صحابہ آپس میں ایک دوسرے پر رحمدل تھے) ایک جگہ ارشاد فرمایا کَـأَنَّهُمۡ بُنۡیَـانٌ مَّرۡصُوۡصٌ صحابہ کرام کی مثال تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مانند ہے اور یہ نتیجہ تھا زمانہ جاہلیت کی باتوں کو چھوڑ دینے کا لیکن جیسے جیسے زمانۂ نبوت سے بعد ہوتا گیا زمانہ جاہلیت کی ایک ایک بات مسلمانوں میں در آتی گئی۔

میری ماؤں اور عزیز بہنو! ہم کو صحابہ وصحابیات کی سیرت کو اپنانا چاہئے معاشرے کے اندر چلنے والے رسوم ورواج اگر اسلام کے احکام کے منافی اور متضاد ہیں تو اس سے بچنے کی بڑی سخت ضرورت ہے لیکن آج ہماری حالت یہ ہوگی؟ ہے کہ معاشرے کے رسوم ورواج برقرار ہیں عورتوں میں جو خرافات ہیں وہ چلتے رہیں اسلام کیا کہہ رہا ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہم مسلمان ہیں ہم کو کامیابی اسی وقت مل سکتی ہے جب کہ مکمل اسلام کے پیروکار بنیں اور بیوہ عورت کے تعلق سے جاہلانہ رسوم ورواج کو پس پشت رکھ دیں۔

بیوہ کے ساتھ سسرال والوں کو کیا کرنا چاہئے؟

عورت کے بیوہ ہونے کے بعد سسرال والوں کو یہ کرنا چاہئے کہ اس کو میراث کا حصہ دے کر عورت کی عدت گزرنے کے بعد اس کے ماں باپ کے سپرد کردیں ،اب ماں باپ کے ذمہ ہے کہ وہ اس کا نکاح کریں، یا اپنے ہی گھر میں رکھیں اس معاملہ میں سسرال والوں کو دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

میں اپنی تمام بزرگ ماؤں اور خالاؤں سے یہ پوچھتا ہوں (خدا نہ کرے کہ کسی کے ساتھ یہ صورت پیش آئے) کہ اگر آپ میں سے کسی کے داماد کا انتقال ہو جائے اور آپ کی بیٹی کے سسر اور ساس اپنے کسی دوسرے لڑکے یا اپنے کسی رشتہ دار

میں آپ کی بیٹی کا نکاح کردیں جب کہ اس رشتہ کو نہ آپ پسند کرتی ہیں اور نہ آپ کی بیوہ لڑکی پسند کرتی ہے مگر ساس سسر کی بیجا مداخلت سے مجبور ہو کر اس رشتہ پر بادل ناخواستہ تیار ہوگئی ہے تو آپ سینے پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کیا آپ کا دل نہیں روئے گا کیا آپ کو تکلیف نہیں ہوگی بلکہ اس تقریب میں شرکت کرنا بھی پسند نہیں کرسکتی ہیں کہ بیٹی کی پرورش میں نے کی ایک غیر شخص جس کو بیٹی کے نکاح کے تعلق سے دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں وہ کیسے میری بیٹی کا نکاح فلاں شخص سے کر رہا ہے تو اسی طرح آپ کے پاس اگر دوسرے کی بیٹی ہے اور بیوہ ہوچکی ہے تو آپ کا فریضہ بنتا ہے کہ میراث میں جو اس کا حصہ ہوتا ہے وہ حصہ اس کو مرحمت فرمادیں اور عدت گزر جانے کے بعد اس کے والدین کے پاس بھیج دیں وہ جہاں چاہیں گے اپنی صواب دید پر اس کا رشتہ کردیں گے ہاں اگر آپ کو اس کے مناسب کوئی جوڑا نظر آرہا ہے تو از راہ خیر خواہی مشورۃً اس کو مطلع کر سکتے ہیں اگر ان کا دل کہے گا تو کریں گے اس سے آپس میں الفت ومحبت پیدا ہوگی اللہ تمام ماؤں بہنوں اور مسلمانوں کو اسلام کے سارے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن

☆☆☆

اسلام میں عورتوں کے حقوق کی رعایت اور پاسداری

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، ھُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ، وَقَالَ تَعَالٰی وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترم خواتین اسلام اللہ رب العزت کا بے انتہا احسان ہے کہ اس نے عورتوں کو بہت بڑا انعام عطا کیا اور جس طرح مردوں کے حقوق بیان فرمائے اسی طرح عورتوں کے حقوق کا بھی ذکر کیا ورنہ قبل از اسلام تو عورت کے لئے نہ کوئی مقام تھا اور نہ کسی طرح کا کوئی حق ایک عورت کی حالت جانور سے زیادہ نہ تھی اسی طرح اسلام نے یہ بھی واضح کردیا کہ جس طرح مرد جینے اور زندگی گزارنے کا مکمل حق رکھتا ہے اسی

طرح عورت بھی مکمل حقوق رکھتی ہے عورت کو گھر کی ملکہ بنایا اور بازاروں اور ہوٹلوں میں پھرنے سے سختی سے منع کیا حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا اے لوگو عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور تمہارے ذمہ ان کا نان نفقہ ہے دستور کے موافق عورت خواہ کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہو مگر اس کے نان نفقہ کے ذمہ داری مرد ہی پر رکھی گئی ہے چوں کہ عورت کی ساخت بھی اس طرح ہے کہ زیادہ بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی ہے اس کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے مردوں کو پیدا کیا ہے اسلام نے عورتوں کو حیات نو عطا کی اور عظیم احسانات کئے۔

محترم ڈاکٹر سعید عاشور

اپنے ایک عربی زبان کے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں

کہ اسلام کی آمد عورتوں کی اہمیت وافادیت کی ترسیخ وپختگی اور سماج میں ان کے شریفانہ مقام ومرتبت کی دقیق اور مستحکم انداز میں حد بندی کرنے کے لئے ہوئی ہے، اس طرح اسلام دین ودنیا دونوں طرح کی ضروریات کی تکمیل کے واسطے آیا ہے، اس نے مکمل مثالی معاشرہ کی تشکیل کے لئے درست ''فریم ورک'' مقرر کیا ہے، اسلام صرف چند نعروں یا چند رسوم وروایات کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ بلند ترین شکلوں اور صاف ستھرے اسلوب حیات اور طرز زندگی کا نام ہے اس طرح کا سماجی انقلاب برپا کرنے کیلئے اس نے تین طریقے اختیار کئے، جو ایک ہی وقت میں قدم سے قدم اور شانہ سے شانہ ملاتے ہوئے ایک ساتھ رواں دواں رہتے ہیں: پہلا طریقہ ان منحرف صورت حالات کی سدھار، اصلاح اور صفائی ہے جن میں آمیزش اور ملاوٹ تھی، تیسرا طریقہ نئی تعلیمات، طریقے اور جدید قوانین کا اجراء تھا جن کا مقصد جدید سماج کے لئے محفوظ فریم کا تقرر تھا۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

اسلام نے جو زبردست معاشرتی انقلاب برپا کیا، اس میں بڑے پیمانہ پر عورتوں کے حقوق کی رعایت کی گئی، چناں چہ مردوں کی طرح عورتوں سے بیعت لی گئی، قرآن مجید کی آیت ہے ''اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ بچیوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفۂ شوہر سے جنی ہوئی دعوے کرکے) بنالیویں، اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کیلئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے، بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔'' (ممتحنہ ۱۲)

یہ الفاظ دیگر ماقبل اسلام سماج میں عورتوں کا اگر کوئی کردار تھا تو اسلام نے اپنی آمد کے بعد اس کردار کی تہذیب وتطہیر اور اس کے حدود وابعاد کی توضیح کو اپنا مقصد بنایا، چناں چہ اس نے عورتوں کو بحیثیت ماں، بیوی اور بیٹی کے لئے دستوری حقوق پر زور دیا اور اس کو عفت واحترام کا لباس مرحمت فرمایا۔

عورتوں کے حسن سلوک کی وصیت کا حکم

اور حضور محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَئٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ۔ لوگو بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کے بارے

میں میری وصیت مانو یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کی ان بندیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو نرمی اور مدارات کا برتاؤ رکھو ان کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے جو قدرتی طور پر ٹیڑھی رہتی ہے اور زیادہ ٹیڑھا پن پسلی کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے اگر تم اس ٹیڑھی پسلی کو زبردستی سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو وہ ٹوٹ جائیگی اور اگر اسے یوں ہی اپنے حال پر چھوڑ دوگے اور درست کرنے کی کوشش نہ کروگے تو پھر وہ ہمیشہ ویسی ہی ٹیڑھی رہے گی اس لئے بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔ اب اگر کوئی شخص پسلی کو سیدھا کرنا چاہے تو وہ پسلی سیدھی نہیں ہوسکتی ہے البتہ ٹوٹ ضرور جائے گی اسی طرح اگر عورت کو تشدد اور سختی کے ساتھ بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ بالکل سیدھی تو ہونہیں سکتی ہاں یہ ہوسکتا ہے افتراق اور علیحدگی ہو جائے اس لئے عورتوں کی معمولی اور چھوٹی غلطیوں کو نظر انداز کرکے ان کیساتھ دلداری کا معاملہ کرنا چاہئے تبھی جاکر قلبی سکون میسر ہوسکتا ہے جو رشتہ ازدواج کا ایک اہم مقصد ہے۔

عورتوں پر مردوں کی فضیلت عورتوں کی تنقیص نہیں

قرآن مجید میں عورتوں پر مردوں کی قوامیت کی صراحت موجود ہے، لیکن اس قوامیت اور فضیلیت کا مطلب سماج میں عورتوں کے مقام ومرتبہ کی تنقیص یا ان کی قدر ومنزلت میں کمی ہرگز نہیں ہے، تاہم یہ ایک مبدا ہے جس میں سماج کے رکن کے مزاج وطبیعت کا خیال رکھتے ہوئے اس کے مقام کا تعین کیا گیا ہے اور اس کا مقصد بھی سماج کی فلاح وبہبود اور اس کا مفاد ہے، لیکن اس مبدا کی ایسی غلط تفسیر مناسب نہیں ہے کہ جو حقوق اور بنیادی ذمہ داریوں میں مردوں کے ساتھ مساوات کے معاملہ میں دستوری حق سے عورتوں کی محرومی کا باعث بنے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کشتی میں کشتی بان کے وجود کا مطلب اسکے دوسرے کارکنوں کی تنقیص نہیں ہے

چنانچہ اسی طرح گھر یا خاندان کے ذمہ دار کی موجودگی کا مطلب عورت کے مقام کی تنقیص سے لینا مناسب نہیں ہے، اسلام نے عورتوں پر مردوں کی بالا دستی اور افضلیت کے دروازے کو بغیر کسی حد بندی کے یوں ہی کھلا نہیں رکھا ہے، بلکہ اس نے ان کے حدود مقرر کر دیئے ہیں، چناں چہ قرآن مجید میں ''وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ'' (اور مردوں کے لیے ان پر ایک درجہ بڑھا ہوا ہے)، اس طرح عورتوں پر مردوں کو ایک ہی درجہ تقدم حاصل ہونے کی تحدید کی گئی ہے، رہی اس درجہ کے حدود کی بات تو شریعت نے مختلف حیثیتوں سے ان کو مقرر کیا ہے، وراثت اور گواہی وغیرہ جیسی اس کی کچھ مثالیں ہیں۔

قرآن وحدیث میں مردوں کو عموماً ایک ہی صیغہ سے خطاب کیا گیا ہے

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ''هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ'' (یعنی وہ اللہ ایسا قادر ومنعم ہے جس نے تم کو تن واحد (آدم) سے پیدا کیا۔ (اعراف ۱۸۹) زندگی کی مختلف جہتوں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان اثبات مساوات کے لیے دلیل نہیں ہے۔ کیوں کہ اس آیت کے ذریعہ تمام انسانیت کو چاہئے وہ مرد ہو یا عورت مخاطب کیا ہے، حدود شرعیہ، حلال کا حکم اور حرام کی ممانعت میں خطاب کو مطلق طور پر عام رکھا گیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ'' (اور اللہ کو اپنی قسموں کے ذریعے سے ان امور کا حجاب نہ بناؤ کہ الخ۔ (بقرہ:۲۲۴)

''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ'' یعنی اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، (سورہ بقرہ: ۱۸۳)

اسی طرح تمسخر کی ممانعت پر زور دیتے ہوئے فرمایا گیا: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ.

اے ایمان والو نہ تو مرد مرد کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ ان سے بہتر ہوں جو مذاق اڑا رہی ہیں۔

عورت کا مقام ومرتبہ

قرآنی خطاب میں دونوں جنسوں کو جمع کرنے کے فرائض اور احکامات کی پابندی میں مساوات کا عنصر شامل ہے، یہ ایسا حکم ہے جس کا حقوق میں مساوات سے اس طور پر مرتبط ہونا ضروری ہے کہ ہر حق کے برعکس ایک واجب ہوتا ہے، علاوہ ازیں قرآن مجید میں تمام چیز کی جہتوں میں مرد کے نام کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ اَلْخ'' (بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بہ کثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (سورہ احزاب: ۳۵)

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ عورتوں نے یہ شکایت دربار نبوی میں پیش کی کہ ہر جگہ قرآن میں مردوں ہی کا ذکر ہے کیا ہم عورتوں میں کوئی خوبی ہی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور یہ بتادیا گیا کہ فضیلت وبرتری کی بنیاد مرد اور عورت ہونے پر موقوف نہیں بلکہ جس طرح مرد ایمان واسلام اور عمدہ اخلاق وصفات کا حامل ہوسکتا ہے اسی طرح عورت بھی ان تمام صفتوں کی حامل ہوسکتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ تم میں سب سے باعزت اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو اس میں مرد وعورت کی کوئی تخصیص ہے اللہ کے یہاں دلوں کا تقویٰ دیکھا جاتا ہے صرف ایک ایسا عہدہ اور منصب ہے اللہ کی طرف سے جس میں آدمی کے کسب وعمل کا کوئی دخل نہیں ہے وہ ہے نبوت جمہور علماء کے نزدیک عورت نبی نہیں ہوسکتی ہے نبوت صرف مردوں ہی کو اللہ عطا کرتے ہیں وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہم ان کی طرف وحی کیا کرتے تھے الغرض اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی بہت بڑا مقام عطا کیا ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اب اس سے بڑی فضیلت کی چیز اور کیا ہوسکتی ہے اس لئے عورتوں کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔

اللہ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

اسلام نے عورتوں کیلئے میراث میں حصہ مقرر کیا ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

عفت مآب میری ماؤں اور بہنو! اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورتوں پر احسانات عظیم کیا ہے ورنہ تو ظالم اور درندہ صفت انسانوں نے عورتوں کو کھلونے کی طرح استعمال کیا نہ تو عورت سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہوتی نہ اس کی مرضی کا کچھ خیال بلکہ عورت بیچاری سامان اور استعمالی چیزوں کی طرح مستعمل ہوا کرتی تھی

چنانچہ قرآن کریم نے زمانہ جاہلیت کی ایک رسم بد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَايَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوْا النِّسَآءَ كَرْهًا** اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ۔عرب میں یہ طریقہ صدیوں سے رائج تھا کہ خاوند کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا اپنے باپ کی جائیداد کی طرح اس کی بیوی (سوتیلی ماں) کا وارث ہونا چاہتا تو جبراً مہر ادا کئے بغیر اپنے نکاح میں لے آتا چاہتا تو کسی دوسرے آدمی سے اس کی شادی کر کے مہر اپنے پاس رکھ لیتا چاہتا تو یوں ہی پوری عمر بیوی کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کرتا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی میراث کا مالک بن جاتا مدت دراز سے یہ رسم نہ صرف عرب میں بلکہ یونان وروم میں رائج تھی قرآن حکیم نے مظلوم عورتوں کی فریادرسی کی اور مردوں کو عورتوں کی آزادی میں مداخلت کرنے سے روک دیا اور جس طرح مردوں کے حقوق دیئے اسی طرح عورتوں کو بھی حقوق عطا کئے اور میراث میں عورت کے لئے حق ثابت اور لازم کر دیا اور اس طرح عورت کے مقام ومرتبہ کو بہت بلند اور اونچا کر دیا اور صرف میراث ہی نہیں بلکہ عورتوں کو جس قدر عزت وسربلندی ہوسکتی تھی اسلام نے اس کو عطا کی حتی کہ گواہی اور نکاح کا اختیار وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر سعید عاشور صاحب اسلام میں عورت کی گواہی اور وراثت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ بعض انتہاء پسند جان بوجھ کر روح اسلام کی غلط تفہیم وتعبیر کرتے ہیں،ان کا دعویٰ ہے کہ اسلام میں وراثت اور گواہی دینے کے مسئلہ میں مرد وعورت کے درمیان عدم مساوات روا رکھ کر عورت کی قدر و قیمت گھٹائی گئی ہے،حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کی گواہی کے برابر مانا ہے ''**وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ**'' (اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بھی کر لیا کرو، پھر اگر وہ دو گواہ مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالی جائیں) (سورہ بقرہ:۲۸۲)

لیکن یہ بتانا ضروری ہے کہ گواہی ایک اہم مسئلہ ہے، گواہی سے موت وحیات، امن وجنگ یا قصاص اور معافی کے فیصلے کئے جاتے ہیں اس لئے اس بارے میں غور وفکر اور تحقیق وتوثیق ضروری ہے،عورتوں کی قدر افزائی جس قدر کریں اور معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں ان کے کردار کو جس قدر بھی سراہیں،لیکن ان سب کے باوجود اس حقیقت کا اعتراف ضروری ہے کہ عورتوں کی نفسیاتی،عضویاتی اور جسمانی ساخت مردوں کی طرح نہیں ہے،چنانچہ خواتین زیادہ نازک،حساس،عاجز اور مطیع وفرمانبردار ہوتی ہیں،یہ تمام اوصاف وبظاہر بعض موقعوں پر کمزوری کا ذریعہ بنتے ہیں،ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی اس حدیث:''**اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ**''

(عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو کیوں کہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں) کا مقصد یہی بیان کرنا ہو،اس حدیث کو سمجھنے میں بہت سے لوگوں نے غلطی کی ہے،ان کا خیال ہے کہ اس میں عورتوں کی حیثیت اور ان کے مقام کی تخفیف کی گئی ہے،حالاں کہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس حدیث کے ابتدائی کلمات میں ان کے ساتھ خیر وبھلائی کی وصیت کی گئی ہے، جہاں تک ان کے ٹیڑھی پسلی سے پیدا کئے جانے کی بات ہے تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ عورت عادتاً مزاج وطبیعت اور نفسیاتی اور جسمانی ساخت کے اعتبار سے نرم واقع ہوئی ہے۔اس کی مثال اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں پیش کی گئی ہے:''اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کے حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے'' (سورہ نساء:۱۱) قرآن مجید میں عورتوں کے حصوں کی اس حد بندی کا مقصد عورتوں کو محروم کرنا یا ان کی اہمیت کو گھٹانا نہیں ہے البتہ عام زندگی میں اس میں مردوں کے بوجھ، ذمہ داریوں اور خاندان وسماج کی سطح پر ان کے مزاج کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

عورت کے لئے میراث میں کیوں ایک ہی حصہ

ایک اہم بات کی طرف آپ سب کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے جو مرد کیلئے دو اور عورت کیلئے ایک حصہ مقرر کیا ہے تو اس کی وجہ مرد اور عورت ہونا نہیں ہے بلکہ دراصل وجہ یہ ہے کہ مرد کے اوپر بہت ساری ذمہ داریاں ہیں خود عورت کا نان نفقہ باوجود کہ عورت مالدار اور صاحب ثروت ہے شوہر ہی کے ذمہ ہے اسی طرح والدین کا خرچہ اگر وہ غریب اور تنگدست ہیں تو اس کے لڑکے یعنی بیوی کے شوہر پر ہے نہ کہ شوہر بیوی پر اسی طرح بچوں کا خرچہ بھی شوہر ہی پر ہے اسی طرح شوہر کی اور دیگر رشتہ دار آئیں تو ان کی خاطر مدارت بھی مرد ہی کرے گا تو چوں کہ اس کے ذمہ بہت بڑا بوجھ ہے اسلئے شریعت نے اس کو دوہرا حصہ دیا ہے اور عورت کو بہنیں میراث یا ہبہ یا مہر وغیرہ کے ذریعہ جو کچھ ملا ہے ان سب پر یہ خود مختار ہے اس کے خرچ کرنے میں شوہر کی اجازت وغیرہ کی قطعاً محتاج نہیں ہے زمانہ جاہلیت میں جہاں اور بہت سی غلط رسمیں تھیں وہیں یہ رسم بھی جاری تھی کہ عورت کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا اسلام نے اس پر سختی سے پابندی لگادی اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید بھی فرمائی اور اخیر وقت میں جب آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دے رہے تھے اس وقت بھی آپ ﷺ نے عورتوں کے متعلق خیر خواہی کی تاکید فرمائی۔ اِتَّقُوْا اللّٰہَ فِیْ النِّسَآءِ وَاِنَّکُمْ اَخَذْ تُمُوْھُنَّ بِاَمَانِ اللّٰہِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ لوگو! اللہ سے ڈرو عورتوں کے بارے میں بلاشبہ تم لوگوں نے ان کو اللہ کے امان میں لیا ہے اور وہ تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں اللہ کے کلمہ کی وجہ سے یہ عورتوں کیلئے کتنی سربلندی اور اعزاز کی چیز ہے کہ وہ اللہ کی امان میں آگئی ہیں اور شوہروں کیلئے کتنی سخت تہدید اور دھمکی ہے کہ اگر ان کے حقوق میں کوتاہی کروگے تو گویا اللہ کے امان کو توڑنے والے بنوگے۔

عورتوں کے حقوق

اسلام نے عورتوں کیلئے میراث میں حصہ مقرر کیا حالاں کہ وراثت میں ان کا حصہ غیر مسلم تھا، اسلام نے ان کو شخصی اور شہری تمام طرح کے حقوق کیلئے مکمل طور پر اہل قرار دیا، چناں چہ انھیں ملکیت مال، تصرف فی المال، ملکیت جائیداد، عقدِ بیع، ہبہ، وصیت اور معاہدہ کے انعقاد جیسے شہری حقوق دیئے گئے ہیں، یہ وہ حقوق ہیں جن کی موجودگی سے ایک ''مکمل انسان'' کا مفہوم تشکیل پاتا ہے، جس کا اپنا وجود، اپنی شخصیت، اپنی آزادی اور اپنا اعزاز سمجھ میں آتا ہے، بعض فقہاء نے تو عورتوں کو عہدہ قضاء دینے کی بھی اجازت دی ہے، چناں چہ حضرت امام ابوحنیفہ نے مال میں ان کے حق قضاء کو مشروع کیا ہے، جب کہ امام طبری نے مال غیر مال ہر چیز میں ان کے قضاء اور ان کے فیصلے کے جواز کا خیال ظاہر فرمایا ہے۔ ظہور اسلام سے قبل، مصری خواتین کو چھوڑ کر دنیا کی قدیم و معاصر معاشرتوں کے درمیان سب سے بڑھ کر عرب خواتین حقوق واحترام کی قدروں سے جس قدر بھی مستفید ہو رہی تھیں، اسلام نے حقوق واحترام کی ان قدروں میں اضافہ کیا، شبہات وآمیزش سے انھیں پاک کیا اور ان پر شرعی رنگ چڑھایا، ان کیلئے مسلم قواعد وضوابط مقرر کئے، پیغمبر رحمت ﷺ نے فرمایا: ''اَلا فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْراً'' (سنو! عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کا برتاؤ کرو) جب کہ ظہور اسلام سے قبل عوروں کے حقوق، عرف وعادت اور خاندانی ومعاشرتی روایات کے زیر نگیں تھے، بحیثیت بیٹی جو مراعات انھیں حاصل ہوئی ہیں۔

عورتوں کی حالت ناگفتہ بہ

ان کو سمجھنے کے لئے ایک بار پھر قرآن کریم کی اس آیت کریمہ پر گہری نظر ڈالیں جس میں لڑکیوں کی پیدائش کو منحوس تصور کیا جاتا تھا ''وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ

بِـالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّاوَّهُوَ كَظِيْمٌ يَّتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَابُشِّرَ بِـهٖ اَيُـمْسِـكُـهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ '' اوران میں سے کسی کولڑکی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تواس کا چہرہ کالا ہوجاتا ہےاوروہ غم سے گھٹاجاتا ہے جس کی خبردی گئی اس کے عارسےلوگوں سے چھپا پھرتا ہے آیااس کوذلت کے ساتھ اپنے پاس روکے رکھے یااس کومٹی میں گاڑدے۔

یہ تھالڑکیوں کے بارے میں ان عربوں کا ظالمانہ رویہ آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نےلڑکیوں کےتعلق سےخوشخبری سناتے ہوئے ارشادفرمایا''مَنْ وُّلِـدَتْ لَهٗ اِبْنَةٌ فَلَمْ يُؤْذِهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا يَعْنِی الذُّكُوْرَ، اَدْخَـلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ'' جس شخص کے یہاں لڑکی پیداہوپھروہ نہ تواسےکوئی ایذاء پہنچائے اورنہ اس کی توہین اورناقدری کرےاورنہ محبت اوربرتاؤ میں لڑکوں کواس پر ترجیح دےاس کےساتھ ویساہی برتاؤکرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے،تو اللہ تعالیٰ لڑکی کےساتھ حسن سلوک کےصلہ میں اس کوجنت عطافرمائے گا۔

جونہ تھےخودراہ پراوروں کےرہبر..........

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًامِّنَ النَّارِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے یابندی پراللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی اوراس نے اس ذمہ داری کواداکیا اوران کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کیلئے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی،اسی طرح ایک اورواقعہ حدیث میں لڑکیوں ہی کےتعلق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک نہایت غریب عورت کچھ مانگنے کیلئے آئی اس کے ساتھ اس کی دوبچیاں بھی تھیں اتفاق سے ان کے پاس اس

وقت صرف ایک کھجورتھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے وہی کھجوراس بیچاری کودےدی اس نے اس ایک کھجورکے دوٹکڑے کرکے دونوں بچیوں میں تقسیم کردیئےاورخوداس میں سے کچھ نہیں لیااورچلی گئی کچھ دیربعدحضور ﷺ گھر میں تشریف لائےتو میں نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیااس پرآپ نےفرمایاجس بندےیابندی پربیٹیوں کی ذمہ داری پڑےاوروہ ان کے ساتھ اچھاسلوک کرےتو یہ بیٹیاں آخرت میں اس کی نجات کا سبب بنیں گی۔

مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اگر بالفرض اپنے کچھ گناہوں کی وجہ سےسزااور عذاب کے قابل ہوگا تو لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کے صلہ میں اس کی مغفرت فرمادی جائے گی اوروہ دوزخ سے بچالیا جائے گا آپ علیہ السلام کےاس فرمان کانتیجہ یہ نکلا کہ اہل عرب لڑکیوں کی پرورش پرایک دوسرے پرسبقت کرنے لگےحضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی آپ ﷺ کے پاس آئی ہےاورکہتی ہے میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی چوں کہ ایک چھوٹی بچی تھی تو اس کی پرورش کیلئے تین صحابہ کھڑے ہوگئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بچی کی پرورش کروں گا کیوں کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے حضرت زبیر بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کی پرورش کروں گا کیوں کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے رسول اکرم ﷺ نے حضرت زیداورحضرت حمزہ رضی اللہ عنہما میں مواخات کردائی تھی اسی طرف اشارہ ہے نہ کہ حقیقی بھائی۔اورحضرت علی رضی اللہ عنہ نےفرمایا کہ میں پرورش کرونگا کیونکہ میرے چچا کی بیٹی ہےتو آپ علیہ السلام نے ہرایک کومختلف طریقوں سےتسلی دی اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے اس بچی کوکردیااورفرمایا کہ اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ خالہ ماں کےدرجہ میں ہے کہنے کا حاصل یہ ہے کہ اسلام نےعورت کوبہت بڑامقام عطاکیااورلڑکیوں کی پیدائش کوباعث رحمت بنایااللہ ہم تمام کواحکام اسلام پرچلنے کی توفیق عطافرمائے آمین۔وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

اسلام کی نظر میں بہن اور بیٹی کا مقام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،هُوَالَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِیْ الْعَطِيَّةِ فَلَوْكُنْتَ مَفْضَلاً اَحَدًا فَضَّلْتَ النِّسَآءَ،صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

محترم خواتین! اسلام کی نظر میں بہن اور بیٹی کا مقام کیا ہے اس تعلق سے کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں میں نے جو حدیث شریف پڑھی ہے اس کے ترجمہ سے آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ لڑکیوں کا درجہ اور مرتبہ کیا ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا داد و دہش میں اپنی سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری ضروری نہ ہوتی تو میں حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء کی ایک جماعت نے سمجھا ہے کہ ماں باپ کے انتقال کے بعد میراث میں اگر

چہ لڑکیوں کا حصہ لڑکوں سے نصف ہے لیکن زندگی میں ان کا حصہ بھائیوں کے برابر ہے لہٰذا ماں باپ کی طرف سے جو کچھ اور جتنا کچھ لڑکوں کو دیا جائے وہی اور اتنا ہی لڑکیوں کو دیا جائے۔اسلام نے معاشرے میں عورت کو بیٹی کی روپ میں باپ کی شفقت کو واجب قرار دیا بیوی کی شکل میں شوہر کے حسن سلوک کو لازم قرار دیا ماں کی شکل میں اولاد کے لئے ادب واحترام لازم اور ضروری قرار دیا بہن کی شکل میں بھائیوں کی توجہ مرکوز کرنے کا حکم دیا قربان جایئے رحمت اللعالمین رسول اللہ ﷺ پر اور آپ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین حق پر کہ جس نے دنیا کی آنکھیں کھول دیں انسان کو انسان کی قدر کرنا سکھایا عدل وانصاف جاری کیا عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم کئے جیسے کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اور اس کو آزاد و خود مختار بنایا میں اس وقت صرف بہن اور بیٹی کے تعلق سے کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

عورتوں کا حق میراث میں

اسلام نے عورت بہ حیثیت ’’بہن‘‘ یا ’’بیٹی‘‘ کے بارے میں نہایت کریمانہ موقف اختیار کیا ہے،اس نے ان دونوں کے تعلق سے لوگوں کے غلط نظریات کو بدلا بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکا،بیٹی اور بہن کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور زندگی کے معاملات میں بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان مساوات کا رویہ اپنانے کی تعلیم دی،نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ اَخَوَاتٍ أَوْبِنْتَانِ أَوْاُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتِهِنَّ وَاتَّقَى اللّٰهَ فِيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ‘‘.

(جس کی تین بہنیں ہوں،یا دو بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کیا،تو اس کیلئے جنت ہے۔)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’مَنْ كَانَتْ لَهُ اُنْثٰی فَلَمْ يُئِدْهَا

وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ'' (جس کو بیٹی ہو، پس اس نے اس کو زندہ درگور نہ کیا، اس کی توہین نہ کی اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دی تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے)

عورت بہ حیثیت ماں، بہن یا بیٹی، ان تمام حالات میں اسلام نے میراث میں ان کے حقوق کی مکمل کفالت کی ہے اور ہر حال میں اس کے لئے حصہ مقرر کیا ہے، اس اعتبار سے کہ اسے نہ محروم کیا جا سکتا ہے، نہ اسے دھوکہ دیا جا سکتا ہے اور نہ بے جا طرف داری کیلئے اس کے حقوق کم کئے جا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْباً مَّفْرُوْضًا'' (مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی) (سورہ نساء) یہ واضح رہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں ''اَلنِّسَاءُ'' اور ''اَلْاَقْرَبُوْنَ'' کے دو مختلف الفاظ کے استعمال کا مقصد آیت کے مفہوم میں اس اعتبار سے تعمیم پیدا کرنا ہے کہ صاحب ترکہ متوفی کے ساتھ درجات کے تفاوت کے اعتبار سے ان کی قرابت داری کی بنیاد پر وراثت میں تمام طرح کے استحقاق شامل ہو جائیں۔ نرینہ اور مادینہ ورثاء کے درمیان وراثت کی تقسیم کے متعلق سورۃ النساء میں صریح حد بندی موجود ہے جس نے عورتوں کیلئے ایسی خوشگوار صورت حال پیدا کی جس سے وہ پہلے محفوظ نہ ہوئی تھیں۔

صنف نازک پر اسلام کی رحمت بے پایاں

اسلام سے پہلے عورتوں کے مال کو شوہر یا دوسرے کی ملکیت سمجھی جاتی تھی اسلام نے یہ کہہ دیا کہ خبردار عورت کے مال و جائیداد کی جانب غلط نگاہ اٹھانے کی کوئی بھی

جسارت نہ کرے عورتوں کیلئے مہر نہیں تھا اسلام نے اس کی شرافت کے لئے مہر متعین کیا چناں چہ قرآن کریم میں ہے اور ان کے مہر قاعدے کے موافق دے دیا کرو عورت پر مرد کا ظالمانہ سلوک تھا اسلام نے اس کی عفت پر تہمت لگانے والے کیلئے سخت سزا تجویز کی ارشاد خداوندی ہے کہ جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں پر اور پھر (اپنے دعوے پر چار گواہ نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور اس کی کوئی گواہی قبول مت کرو اس طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر ہونے والے مظالم کا سد باب کیا اور روکا اور لڑکیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کر کے ان کی شادی کرنے پر بڑا اجر و ثواب رکھا ہے مسلم میں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ''عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهُ'' خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ دو لڑکیوں کا بار اٹھائے اور ان کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہونچ جائیں تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ہوں گے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو بالکل ملا کر دکھایا یعنی یہ کہ جس طرح یہ دو انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اسی طرح میں اور وہ شخص بالکل ساتھ ہوں گے اسی طرح ابوداؤد اور ترمذی کی ایک حدیث میں ہے ''عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلٰثُ بَنَاتٍ اَوْ ثَلٰثُ اَخَوَاتٍ اَوْ اُخْتَيْنِ اَوْ بِنْتَيْنِ فَاَدَّبَهُنَّ وَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ وَزَوَّجَهُنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ'' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو ہی بیٹیوں یا بہنوں کا بار اٹھایا اور ان کی اچھی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح بھی کر دیا تو اللہ کی طرف سے اس بندے کیلئے جنت کا فیصلہ ہے۔

لڑکی کی پرورش پر کس درجہ اجروثواب کی بشارت

ان حدیثوں میں اللہ کے رسول ﷺ نے حسن سلوک کولڑکیوں کا صرف حق ہی نہیں بتلایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر داخلۂ جنت اور عذاب دوزخ سے نجات کا آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا اور یہ انتہائی خوشخبری سنائی کہ لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے اہل ایمان قیامت میں اس طرح میرے قریب اور بالکل میرے ساتھ ہوں گے جس طرح ایک ہاتھ کی باہم ملی ہوئی انگلیاں ہوتی ہیں اسلام بے سہارا اور کمزوروں کا سچا ہمدرد ومحافظ ہے دوانسانوں میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتا اور نہ ہی لوگوں کیساتھ دوہرا سلوک روا رکھتا ہے عورت چوں کہ طبعی وفطری طور پر کمزور واقع ہوئی ہے اس لئے تقریباً ہر زمانہ میں اس پر ظلم ہوا اس کے حقوق ضائع کئے گئے اسکی کمزوری وبے بسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر ایک نے اس کا استحصال کیا ہے آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی جب کہ روشن خیالی اور آزادئ فکر نے ہر چہار طرف ڈیرا ڈال رکھا ہے عورت کی عزت وآبرو کہیں بھی محفوظ نہیں بلکہ موجودہ زمانہ میں عورت کی حالت اور غیر نظر آرہی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ عورت کل بھی مظلوم تھی اور آج بھی مظلوم ہے اور آنے والے دنوں میں بھی اس کا کچھ بھلا ہونے والا نہیں ہے البتہ پچھلے زمانے میں عورتوں پر جو مظالم ہوئے اور آج جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں ان کی نوعیت بدل چکی ہے کل تک عورت میں مظلومیت کا احساس پایا جاتا تھا۔

یہ کس درجہ احسان ہے عورتوں پر

مگر آج تہذیب مغرب نے نہایت ہی عیاری ومکاری کے ساتھ دلفریب انداز میں اس احساس کو بھی عورتوں سے چھین لیا ہے مغربی تہذیب کی نگاہ میں عورت

جنسی بھوک مٹانے اور شہوت پوری کرنے کا بہترین ذریعہ ہے حقوق نسواں کی جس قدر پامالی وبے حرمتی کے واقعات یورپی ومغربی ممالک میں رونما ہوتے ہیں دنیا کے کسی اور خطے میں نہیں ہوتے تہذیب مغرب نے آزادی کے نام پر عورتوں سے عفت وعصمت کی چادر چھین کر انھیں بالکل برہنہ وعریاں کردیا مگر حقیقت ناشناسی کی بنیاد پر عورتیں اسے اپنی آزادی کی راہ میں اہم پیش رفت سمجھ رہی ہیں ایسے نازک حالات میں مذہب اسلام ہی جائے پناہ ہے جس نے دوسرے مظلوموں کی طرح عورت کو بھی اس کے جائز حقوق عزت وعظمت شرافت وکرامت عطا کی ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے خاص طور پر عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کی تاکید فرمائی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کے ساتھ نرمی وحسن معاملگی کے سلسلہ میں میرے وصیت قبول کرو حضور اکرم ﷺ کی تعلیم وتربیت کا اثر تھا کہ مسلمان نے عورت کو عزت دی اسکی عفت وعصمت کے محافظ بنے اور انھیں وہ حقوق دیتے جن کا تصور دیگر اقوام عالم میں نہیں ملتا اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں عورتوں پر اسلام کی فیاضی وشفقت کو اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ خدا کہ قسم ہم ایام جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنے احکام نازل کئے اور ان کیلئے وہ حصہ مقرر کیا جو ان کے شایان شان تھا اور اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ عورت کو اسلامی معاشرے سے پہلے پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا تھا لوگ اسے کوئی تحفظ دینے کو تیار نہ تھے وراثت سے محروم تھی اور ایک عورت کو بیک وقت کئی افراد اپنے ماتحت رکھتے تھے لیکن اسلام نے عورت کو نہ صرف تحفظ دیا بلکہ وہ مقام دیا جو کہ کسی بھی معاشرے میں عورت کو حاصل نہ تھا اسلامی معاشرے نے کبھی عورت کو ماں جیسا مقدس لفظ دیا کبھی بہن اور بہو جیسے رشتے دے کر لوگوں کی نگاہ میں قابل

عزت ٹھہرایا اور پھر یہاں تک ہی نہیں بلکہ پردے کے احکامات نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کو ہر میلی نگاہ سے تحفظ فراہم کر دیا جب تک اسلامی معاشرے کے اندر رہنے والی خواتین نے پردہ کیا ان کی عفت وعصمت محفوظ رہی اور وہ معاشرہ کے ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ و پاک رہیں لیکن جب عورتوں نے اسلامی احکامات کو نظر انداز کیا تو نہ صرف ان کی عصمت وعفت مجروح ہوئی بلکہ وہی معاشرہ فتنوں کی آماجگاہ بن کررہ گیا اور وہاں پر بسنے والے لوگوں کی زندگی اجیرن ہوگئی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پردے کے احکامات نازل کئے تاکہ معاشرہ بے راہ روی کا شکار نہ ہو۔

اسلام کے ہر حکم کو اپنانے میں ہی ہماری کامیابی ہے

آج ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اپنے آپ کو سمجھیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا اور اسلام کی دولت عظمٰی سے سرفراز کیا ہمیں احکام اسلام کا پابند ومکلّف بنایا اور غیروں کے طور طریق اور ان کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع کیا آج ہمیں عزت وسربلندی اسی وقت مل سکتی ہے جب کہ اللہ کے بتائے ہوئے قوانین اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر اپنی زندگی گزاریں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ''یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً'' اے ایمان والو! تم لوگ پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ یعنی تمہاری پوری زندگی اسوۂ رسول پر گزرے چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، رہنا سہنا کھنا پینا سب کچھ حلال ہو ہمارے لباس ہمارے چال چلن ہر ایک سے یہ محسوس ہو کہ یہ پیغمبر اسلام کی سنت کی پیروی کرنے والی ہے ایک سچی اور پکی مسلمان خاتون جا رہی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے ہر ہر حکم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ☆

عورت کی فطرت سے بغاوت اور اس کے نقصانات

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

ترجمہ: اور قدیم زمانہ جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو (میری پیاری ماؤں اور عزیز بہنو!) مذہب اسلام نے مرد وعورت دونوں کے مزاجوں کا مکمل لحاظ کیا

عورت گھر کی ملکہ ہے اس کو گھر کی لونڈی نہیں بناؤ اس کو گھر میں اس طرح قید نہیں کر رکھا ہے کہ اس کو بوقت ضرورت بھی نکلنے کی اجازت نہ ہو بلکہ انسانی مزاج کا خیال کیا اور عورت کو پردے کے ساتھ باہر نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی اگر بے پردہ عورتیں بن سنور کر نکلیں گی تو اس سے مختلف قسم کی برائیاں جنم لیں گی اور طرح طرح کے فتنے وجود پذیر ہوں گے اسی لئے اسلام نے ایسے اصول وقوانین بنا دیئے جو رہتی دنیا تک کے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں۔

انسانی زندگی کے دو مختلف شعبے ہیں

قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شبہہ کے بغیر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درحقیقت انسانی زندگی دو مختلف شعبوں پر منقسم ہے، ایک تو گھر کے اندر کا شعبہ اور دوسرا گھر کے باہر کا شعبہ، یہ دونوں شعبے اس طرح ہیں کہ ان دونوں کو ساتھ لئے بغیر معتدل ومتوازن زندگی نہیں گزاری جا سکتی ہے اور جس طرح گھر کا انتظام ضروری ہے اسی طرح گھر کے باہر کا انتظام بھی ضروری ہے، گھر کے باہر کے انتظاموں میں کسب معاش اور مستقبل کو بہتر بنانے کی تلاش ہے۔ اور گھر کے اندر کے انتظاموں میں صفائی ستھرائی بنائے رکھنا اور بچوں کی پرورش وتعلیم وتربیت ہے جب دونوں ساتھ ساتھ چلیں گے تب ہی انسانی زندگی استوار ہوگی لیکن اگر اس کے برعکس ہو جائے تو انسانی زندگی درہم برہم اور عدم توازن Disbalance پیدا ہو جائے گا۔ عورت کے ذمے گھر کے اندرونی کام ہیں۔

مرد کا شعبۂ زندگی باہر اور عورت کا گھر کیوں؟

اگر انسان کی فطری تخلیق کا جائزہ لیں گے تو بھی اس کے سوا اور کوئی نظام نہیں ہو سکتا کہ قدرت نے انسان کی فطرت کو دو زاویے میں منقسم کر دیا ہے کہ عورت خانگی

امور میں دلچسپی لے اور مرد باہری سنسار سے نبرد آزما رہے چناں چہ اگر مرد وعورت کی قوت وطاقت جسمانی ہیئت وہیکل کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مرد جسمانی قوت میں عورتوں سے کہیں زیادہ ہے اور باہر کے کام قوت وطاقت کا تقاضہ کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے باہر کے کام مردوں کے سپرد کئے اور گھر کے کام عورت کے ذمے چوں کہ عورتوں کے اندر خانگی امور انجام دینے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہے۔ چناں چہ قرآن کا ارشاد ہے: (وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ) یعنی تم اپنے گھروں کو لازم پکڑو، اس میں صرف اتنی بات نہیں کہ عورت کو ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جانا چاہئے بلکہ اس آیت میں ایک بنیادی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے عورت کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ گھروں میں رہ کر کے انتظام کو سنبھالے۔ لیکن جس ماحول میں معاشرہ کی پاکیزگی کی کوئی قیمت باقی نہ رہی ہو، عفت وعصمت کے بجائے اخلاقی باختگی اور حیا سوزی کو منتہائے مقصود سمجھا جائے ظاہر ہے کہ وہاں اس پردہ کو راستے کی رکاوٹ تصور کیا جائے گا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام نے عورتوں کے اندر فطرۃً جو خصوصیتیں اور خوبیاں ودیعت کر رکھی تھیں اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور پوری دنیا کے اندر حیوانیت پھیل جائے گی جس کا مشاہدہ ہم اور آپ اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں اور جب عورت ہر میدان میں مرد کی برابری کا دعویٰ کرے اور اپنی فطرت کو کچل کر فحاشی کے میدان میں مرد سے بھی آگے بڑھ جائے تو اس کیلئے مرد کی نگاہوں میں احترام کیسے باقی رہ سکتا ہے۔

فلاح دارین کا ضامن صرف اسلامی قانون ہے

درحقیقت دنیا کی کامیابی وکامرانی اسی میں ہے کہ انسان اسلامی قوانین وضوابط پر چلے اور جب تک اسلامی قوانین کی پامالی ہوتی رہے گی دنیا سے فتنہ وفساد

نہیں مٹ سکتا اور جب تک ہماری مائیں اور بہنیں پردہ کو اختیار نہیں کریں گی تب تک فیملی سسٹم قائم نہیں ہوسکتا اسی لئے اسلام نے تمام مردوں اور عورتوں کو جو سب سے پہلا حکم دیا وہ یہ ہے کہ غضِ بصر کرو اور فرمایا کہ ہر اس چیز سے بچو جس کو حدیث شریف میں آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے۔

آنکھ، زبان اور دست و پا تک کا زنا ثابت ہے

اللہ کے رسول ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظْرُ وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَا هُمَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَا هُمَا الْمَشِيُ وَزِنَا اللِّسَانِ اَلْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَتَمَنّٰى وَتَشْتَهِيْ وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَالِكَ كُلُّهُ وَكَذَّبَهُ. (بخاری ومسلم)

” آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا پکڑنا ہے پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا اس راستے پر چلنا ہے اور زبان کا زنا بات چیت ہے اور دل کا گناہ آرزو اور خواہش ہے اور شرم گاہ ان سب کی تصدیق یا تکذیب کردیتی ہے۔“

حدیث شریف کا مطلب بالکل صاف ہے کہ اجنبی عورتوں کے حسن کی دید سے لطف اندوز ہونا مردوں کے لئے اور اجنبی مردوں کو مطمح نظر بنانا عورتوں کے حق میں موجب فتنہ ہے اور زنا و فتنہ کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے اور یہی اس کے لئے پیش خیمہ ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے ”اَلْجَوَابُ الْكَافِيُ لِمَنْ سَأَلَ عَنْ دَوَاءِ الشَّافِيُ“ میں لکھا ہے:

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَءُهَا مِنَ النَّظْرِ
وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ

كَمْ نَظْرَةٌ بَلَغَتْ فِي قَلْبِ صَاحِبِهَا
كَمَبْلَغِ السَّهْمِ بَيْنَ الْقَوْسِ وَالْوِتْرِ
بِسَتُرٍ مَقُلته ماضر مهجتنه
لاَ مَرُحَبَا بِسُرُوُرٍ عَادَ بِضَرَرٍ

ہر آفت نظر بازی سے شروع ہوتی ہے، بڑی آگ چھوٹے چھوٹے شعلوں سے بھڑکتی ہے، بسا اوقات نظر بازی دل میں اس طرح کھپ جاتی ہے جس طرح تیز قوس وکمان میں ہوتی ہے، اس کی آنکھ ایسی چیز میں خوش ہو رہی ہے جو اس کے لئے وبال جان ہے ایسی وقتی خوشی میں سراسر نقصان ہے خدا کرے کہ یہ مبارک نہ ہو۔

عورت سراپا پردہ ہے

نظر کے فتنے کا کوئی ذی عقل شخص انکار نہیں کرسکتا اسی کے فتنے کے سد باب کے لئے شریعت مطہرہ نے ”غض بصر“ کا حکم دیا کہ تم اس حصے کو نہ دیکھو کہ جس کے دیکھنے سے زنا کے جرم کا ارتکاب کر بیٹھو، شریعت نے عورت کے لئے علیحدہ حد مقرر کردی ہے اور فرمایا کہ عورت سراپا پردہ ہے المرأۃ عورۃ (ترمذی) عورت کا تمام بدن چھپانے کے قابل ہے سوائے ہاتھ و پیر کے تمام جسم کو لوگوں سے چھپائے رسول عربی ﷺ نے فرمایا: لَا يَحِلُّ لِاِ مْرَئَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِاَنْ تُخْرِجَ يَدَاهَا اِلَّالِي هَاهُنَا وَقَبَضَ الذِّرَاعَ. (ابن جریر)

کسی مؤمنہ عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے (یہ فرما کر) آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے نصف حصہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ: اَلْجَارِيَةُ اِذَا حَاضَتْ لَمْ يُصْلِحْ اَنْ يُّرىٰ مِنْهَا اِلَّا وَجْهُهَا وَيَدَاهَا اِلَى الْمَفْصَلِ“ (ابوداؤد)

جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہ دے سوائے چہرے اور کلائی کے جوڑ تک کے۔

ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا جو آنحضرت ﷺ کی سالی تھیں آپ رضی اللہ عنہا باریک لباس پہن کر آئیں اس حال میں کہ جسم اندر سے جھلک رہا تھا حضور اکرم ﷺ نے فوراً نظر پھیر لی اور فرمایا کہ اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم سے کوئی حصہ دیکھا جائے سوائے چہرے اور ہتھیلی کے تاہم ان احکامات میں اتنی گنجائش ہے کہ عورت اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے کسی ضرورت کے تحت جسم کا اتنا حصہ کھول سکتی ہے جتنا گھر کا کام کرتے ہوئے اسے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ آیا بیوی کی بہن (سالی) کو اپنے بہنوئی سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ ہمارے معاشرہ میں اسے خارج از امکان قرار دیا جاتا ہے اور ان کے آپس میں ایک دوسرے سے ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کو مستحسن سمجھا جاتا ہے جو بعض اوقات انتہائی فحاشی کی حد تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ آج کے معاشرہ میں یہ مقولہ ''سالی آدھی گھر والی'' ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

اس ضرب المثل پر غور فرمائیے اور اس کے عواقب و نتائج سامنے لائیے کہ اس سے بڑی فحاشی اور کیا ہو سکتی ہے پھر اگر حکام ستر و حجاب کی علت فحاشی کا انسداد ہے تو اس لحاظ سے بھی بہنوئی سے ضرور پردہ کرنا چاہئے۔

پردہ کا مقصود کیا ہے؟

پردہ سے شریعت کا مقصود بالذات عورتوں کی عفت و عصمت کی حفاظت ہے جو اچھے اور صالح معاشرہ کے لئے از حد ضروری ہے۔ شریعت کو برقع یا نقاب فی نفسہ

مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کو صیانت عفت و عصمت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسلئے کہ اس سے اس کی حفاظت عین ممکن ہے، لہٰذا اگر کوئی اپنی عفت و عصمت کا نیلام پردہ میں رہ کر کرے، اجنبی مردوں سے اختلاط، تفریح گاہوں اور جلسوں میں شرکت کرے اس کی قطعاً اجازت نہیں دی جائے گی کیوں کہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ ازواج کو نقاب یا برقع میں ساتھ لیئے پھرتے ہوں، تو کیا محض نقاب کو اختیار کر کے وہ تمام ممنوعات کرنا جس سے شریعت نے روکا ہے کیا یہ پردہ ہے؟ نہیں! پردہ وہی ہے جس میں عفت و عصمت کی حفاظت ہو۔ لہٰذا شریعت نے جہاں پردہ کو ذریعۂ عزت و ناموس قرار دیا ہے وہیں عورت کو ہر اس چیز سے بھی روکا ہے جس کی وجہ سے عفت و عصمت نفس کی پامالی ہوتی ہے چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے غیر محرم مردوں اور عورتوں میں تخلیہ کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ شوہر کے بھائی کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ شوہر کا بھائی تو موت ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی ان سے اور بھی پرہیز کرنا چاہئے جو غیر محرم ہونے کے ساتھ ساتھ قرابت دار بھی ہیں اور اقارب سے فتنہ کا خوف زیادہ ہوتا ہے چوں کہ یہ تو بے دھڑک گھر میں آئیں گے اور جائیں گے۔ (حاشیۃ الترمذی عن اللمعات ج ۱ ص ۱۴۰)

اجنبی عورت سے خلوت میں گفتگو حرام

روایت مذکورہ میں بے ضرورت و بے تکلف عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے کو حرام قرار دیا گیا ہے اور فطرت صحیحہ و دلالت صریحہ سے ثابت ہے کہ اس قسم کی آمد و رفت کا انسداد ایک پردہ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے، ورنہ کوئی چیز اس درجہ کا قوی

مانع نہیں ہے،اسی طرح سے آپ ﷺ نے غیر محرم مردوں اور عورتوں کے آپسی اختلاط کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مرد عورت سے تنہائی میں ملتا ہے تو اس کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف)

عورت کا لباس کیسا ہو؟

اللہ جل شانہ کا فرمان ہے۔ ”یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ. (احزاب ۵۹)

اے پیارے نبی ﷺ اپنی بیویوں سے اور تمام مؤمنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے چہرے پر چادریں لٹکا لیں یعنی وہ پردہ کریں۔

عورت کا لباس ایسا ہونا چاہئے جو ساتر ہو یعنی نہ اتنا باریک ہو کہ اس میں سے بدن کے اعضاء نظر آئیں، اور نہ اتنا چست ہو کہ موٹا ہونے کے باوجود بھی جسم کے اعضاء کا تناؤ و ابھار اور اس کی ساخت و بناوٹ واضح طور پر نظر آ رہی ہو۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چست ہو کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔

(المبسوط کتاب الاستحسان)

عورتوں کو مستورات کہتے ہیں مستورات کے معنیٰ ہیں چھپی ہوئی چیزیں یعنی سوائے ہتھیلی اور پیر کے عورتوں کیلئے سارا جسم چھپانا ضروری ہے، باہوں اور بازوؤں کا کھلا رہنا بے پردگی میں داخل ہے ”امہات المؤمنین پورے ہاتھ کی آستین رکھتیں اور انگلیوں کے درمیان بٹن لگاتی تھیں جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ہندہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی آستینوں کی گھنڈیاں اپنی انگلیوں کے درمیان رکھتی تھیں۔

آج برقعہ بھی فیشن بن گیا ہے

ایک مرتبہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا باریک اوڑھنی اوڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس باریک اوڑھنی کو پھاڑ دیا اور دوسری موٹی اوڑھنی اوڑھنے کو دی۔ (ترمذی شریف)

آج ہماری کتنی مائیں اور بہنیں برقع پہنتی ہیں لیکن ان میں سے اکثر برقع زینت بن گیا ہے، وہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے اس کا نقاب اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس سے چہرہ نظر آتا ہے، برقع کے اندر ان چند سالوں میں جو ردوبدل ہوا ہے۔ کیا وہ نسوانیت کی توہین نہیں؟ کیا آج کل کا برقع پردہ کا مذاق نہیں اُڑاتا۔ آخر ہم اتنے مغرب زدہ کیوں ہوتے جا رہے ہیں، ہمارے یہاں عورتوں نے ایسا لباس استعمال کرنا شروع کر دیا ہے کہ جس سے زینت کے مقامات کو زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، کیا ہمارے ملک سے شرم وحیاء کا تصور ہی مفقود ہو چکا ہے اور یورپ کی طرح یہاں بھی برابری کے حقوق حاصل کرتے کرتے عورت ایک کھلونے اور شوکیس میں رکھے جانے والے سامان کے مانند ہو گئی ہیں؟ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج کل ہماری اکثر بہنیں پردہ صرف گھر والوں سے کرتی ہیں اور برقع اس طرز سے اوڑھتی ہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نظریں اپنی طرف متوجہ کر لیں۔

دُکھ تو اس بات کا ہے کہ عورت کو پردہ ترک کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور فیشن پرستی نے ہمیں ایک دم اندھا کر دیا ہے اور اس یورپی اندھی تقلید نے ہمیں تباہی وبربادی کے مقام پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ کیا ہمارے ملک میں جب سے پردہ کو مذاق بنایا گیا تب سے برائیوں نے جڑ نہیں پکڑ لی؟ ہماری بہنیں الزام دیتی ہیں کہ راہ جاتے غنڈے ہمیں تنگ کرتے ہیں کیا ہم نے اس حکم ربانی کو بھلا نہیں دیا کہ عورتیں اگر پردہ

سے چلیں گی تو راہ چلتے لوگ ان کو شریف زادیاں تصور کریں گے اور راہ چلتے غنڈے چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے، اور پردہ ہی ایسی چیز ہے جو بھلی اور بری میں تمیز کرتی ہے۔

شیطان کس طرح لوگوں کو پھانستا ہے

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ’’اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانَ‘‘ عورتیں شیاطین کی جال ہیں جس طرح مچھیرے جال سے مچھلی کا شکار کرتے ہیں اسی طرح شیاطین عورتوں کے ذریعہ مردوں کو پھانستے ہیں اور جیسے ہی کوئی عورت بن سنور کر گھر سے نکلتی ہے تو شیطان انگلیوں سے اشارہ کرتا ہے کہ دیکھو فلانی عورت بن سنور کر چل رہی ہے اور یہ دور تو بہت ہی بے پردگی اور بے حیائی کا ہے کہ قدم قدم پر ہم کو ایمان واسلام کی حفاظت کرنی پڑے گی۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو سچا پکا مسلمان بنائے اور مسلم خواتین میں پردے کا رواج عام فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَّعْوانَااَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

☆☆☆

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا دعوتی اسلوب

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفًا صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

محترم خواتین میری ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خیر امت کا لقب دیا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ.

تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس کے مخاطبین اوّل صحابہ وصحابیات ہی ہیں اور سچ تو یہ ہے ان حضرات نے اپنی اپنی مشغولیات اور ذمہ داریاں پورے طور پر مکمل کر کے دکھادی ہیں اور انھیں کے بتائے ہوئے طریقے اور راستے ہمارے لئے راہِ عمل اور نمونہ ہیں خواتین بالخصوص امہات المؤمنین نے دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں کسی بھی لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اہم فریضہ کو انجام دیا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچا یا حضور نبی اکرم ﷺ نے جو کئی ایک شادیاں کیں اس کی ایک اہم اور بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ عورتوں کے مسائل مخصوصہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بیان کرسکیں شریعت مطہرہ کا ایک ایک مسئلہ اور حکم قیامت تک آنے والی تمام مومنات کو پہنچ سکے۔

مذہب اسلام ہی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے

آج انھیں برگزیدہ خواتین اور پاک بیویوں کی جدوجہد اور محنت وکاوش کا نتیجہ ہے کہ خواتین کے تعلق سے جتنے مسائل ہو سکتے ہیں وہ سب کتابوں کے اوراق میں محفوظ ہیں ایک مسلم خاتون کیلئے اپنے زندگی گزارنے کی خاطر کسی بھی مسئلہ کیلئے اپنے مذہب سے باہر جائے اور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ فخر وامتیاز صرف اور صرف مذہب اسلام کو حاصل ہے دنیا کے کسی مذہب کو یہ فخر حاصل نہیں ہے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْن ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں جس چیز کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ رب العزت نے لی ہو تو اس میں کتر بیونت کی کیا گنجائش۔ اس کے علاوہ جتنے بھی مذاہب تھے کسی کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہیں لی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ایک مدت تک کیلئے محفوظ رہے لیکن بعد میں ان کے ماننے والوں نے اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کردی اور آج کوئی دین ہمارے سامنے سوائے مذہب اسلام کے صحیح سالم نہیں ہے اور آج اگر کسی کو کامیابی اور اخروی فلاح مل سکتی ہے تو صرف اور صرف مذہب اسلام ہی کی تقلید و پیروی میں مل سکتی ہے درحقیقت آج جو مختلف قسم کی تنظیمیں اور ادارے دین اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وقت کی حفاظت کا ذریعہ اور سبب بنایا ہے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے پورے قرآن کریم کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے ہیں قرآن کریم کے علاوہ دنیا کی کوئی بھی کتاب اتنی کثرت سے نہیں پڑھی جاتی ہے اور یہ سلسلہ آج سے نہیں بلکہ دور نبوت ہی سے چلا آرہا ہے صحابہ کرام اور صحابیات نے اپنی اولادوں کو اور ان کی اولادوں نے اپنی اولادوں کو اسی طرح نسلاً بعد نسل یہ سب اپنی آنے والی نسل کو دین اسلام سکھاتے رہے پھر ہم تک آج صحیح سالم دین پہونچا ہے یہ سب صحابیات رضی اللہ عنہن کی قربانیوں محنتوں کاوشوں اور دین سے حد درجہ عشق ومحبت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے کہ انھوں نے دین کو ٹھیک اور صحیح طور پر منبع علم وہدایت آقائے نامدار سرکار مدینہ محمد رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور ہم تک پہونچایا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْ عَنْہُ

صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن رسول اللہ ﷺ کا براہ راست تربیت یافتہ اور اس امت کا افضل ترین طبقہ ہے۔ ان میں بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو قربتِ نبوی

کی وجہ سے خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے اقامت دین کئے لئے بے مثل جدوجہد کے انعام میں ”رضی اللہ عنھم ورضو عنہ“ کے شرف سے نوازا۔ہمیں جہاں اپنے تزکیہ وتربیت اور اصلاح معاشرہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات اور آپ کی سیرت سے روشنی درکار ہے، وہاں ان صاحبِ عزیمت ہستیوں کی روشن زندگیوں سے بھی حرارت مطلوب ہے جنھوں نے دین کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں اور اسے دنیا میں پھیلانے کے لئے بہترین اور ہمہ جہت کوششیں کیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ داعی، دعوت کے امکانات کو پہچان کر موقع ومحل کے لحاظ سے ان کا استعمال کریں۔

اپنے عمل سے منکرات کو ختم کرنے کی مثال

صحابیات رضی اللہ عنہن میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا جذبہ اتنا غالب تھا کہ اس کے مقابلے میں اور کوئی خواہش، محبت یا جذبہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔غم کا موقع ہوتا یا خوشی کا، وہ اپنے عمل سے سنت کی پیروی کا درس دیتی تھیں۔جب شام سے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر آئی تو تین دن کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے خوشبو منگوا کر لگائی، پھر فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ کسی مومن عورت کے لیے جائز نہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، کہ اپنی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے شوہر کے، جس کا سوگ چار مہینے دس دن ہے۔(بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

اسی طرح جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بھائی فوت ہو گیا تو (تین دن کے بعد) آپ نے خوشبو منگوائی اور لگا کر درج بالا حدیث بیان کی۔اس طرح ان دو جلیل القدر ہستیوں نے پہلے اپنے عمل سے پھر قول سے ایک بُری رسم کی اصلاح کی۔

عوام الناس کے قلوب کی اصلاح

”حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تلاوت قرآن کے ساتھ رونے کی تاکید کرتی تھیں تاکہ علم کے ساتھ بھرپور روحانی فیض بھی حاصل ہو۔ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ کے حجرے میں جمع ہو گئے۔“

انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، قرآن کریم کی تلاوت کی اور سجدہ کیا۔جب آپ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا تو ان کو آواز دے کر کہا: ”یہ سجدے اور تلاوت قرآن تو کر رہے ہو لیکن تمہیں رونا کیوں نہیں آتا؟“ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء)

مراد اس بات کی تعلیم تھی کہ عبادات کے ظاہری مراسم روح سے خالی نہیں ہونے چاہئیں۔جب بات دل میں اترتی ہے تب ہی رونا نصیب ہوتا ہے اور عملی زندگی اس سے متاثر ہوتی ہے۔

مزاجِ نبوت سے واقفیت

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور مزاج سے بخوبی آگاہی حاصل تھی اور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے اس کا بھرپور طریقے سے استعمال کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کو بھی عامل مقرر کیا جائے۔رسول اللہ ﷺ کی خاموشی کو سمجھ گئیں اور پردے کے پیچھے سے اشارتاً منع کیا کہ اس کے بارے میں بات چیت نہ کریں (عامل بننے کی درخواست نہ کریں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اس مطالبے کو ناپسند کرتے ہیں)۔(مسلم، سنن ابوداؤد)

خواتین کی اصلاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا داعیانہ مزاج کی مالک تھیں۔آپ کا رویہ برائیوں کے ساتھ مصالحانہ نہیں بلکہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا تھا۔آپ اس میں کسی چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں کرتی تھیں، برائی جس میں بھی دیکھتیں تو فوراً اس کو ٹوکتیں اور اصلاح کرتی تھیں۔

ایک دن آپ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ام طلحہ کے پاس آئیں اور دیکھا کہ ان کی بیٹیاں بغیر چادر کے نماز پڑھ رہی ہیں، حالاں کہ وہ بالغ ہو چکی تھیں تو فرمایا: ''ان میں سے کوئی بغیر چادر کے نماز نہ پڑھے۔ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے۔میرے پاس ایک لڑکی تھی (اور اس کے سر پر چادر نہیں تھی)۔ آپ ﷺ نے مجھے تہبند دی اور کہا کہ اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا اس کو اور ایک اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں جو لڑکی ہے، اس کو دے دو، کیوں کہ میرے خیال میں وہ بالغ ہو چکی ہیں۔'' (مسند احمد، سنن ابوداؤد)

ایک دفعہ آپ ﷺ کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن آپ ﷺ کے پاس آئی۔اس نے باریک اوڑھنی پہن رکھی تھی جس سے اس کا جسم جھلک رہا تھا۔آپ ﷺ نے اس سے وہ اوڑھنی لے کر پھاڑ ڈالی اور تذکیر بالقرآن کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم نے سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام نہیں پڑھے ہیں؟'' پھر اس کو ایک موٹی چادر منگوا کر دے دی۔ (مؤطا)

ایک مرتبہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے ایک عورت کو دیکھا کہ چادر میں صلیب لگائی ہوئی ہے تو فوراً منع کرتے ہوئے فرمایا: اپنے کپڑوں سے اس کو اتار دو۔رسول اللہ ﷺ جب اس قسم کی چیزوں دیکھتے تو توڑ دیتے تھے۔'' (مسند احمد)

ایک خاتون نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو بیماری سے شفا دے تو وہ بیت المقدس جا کر نماز پڑھے گی۔صحت یاب ہونے کے بعد اس نے سفر کی تیاری کی اور جانے سے پہلے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس کو کہا: ''تم یہاں بیٹھو اور جو کھانا میں بناؤں اسے کھاؤ اور مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھو، کیوں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اس میں ایک نماز پڑھنا اس کے علاوہ کسی مسجد میں ہزار نمازوں سے افضل ہے، سوائے بیت اللہ کے۔'' (مسند احمد)

ایک مرتبہ کچھ عورتیں حاضر خدمت ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کو ہدایت کی کہ مجھے مردوں کو ٹوکتے ہوئے شرم آتی ہے، اس لیے اپنے شوہروں کو آگاہ کرو کہ پانی سے طہارت حاصل کیا کریں کیوں کہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ (مسند احمد)

امہات المؤمنین میں یہ چیز بدرجہ اتم موجود تھی کہ کسی منکر پر فوراً نکیر کر دیا کرتی تھیں ان کے یہاں کسی نکیر پر خاموشی بھی ایک طرح کی بے چینی اور اضطراب قلبی کا باعث ہوا کرتی تھی آج ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ امر بالمعروف تو کسی حد تک کرتے ہیں مگر نہی عن المنکر سے کوسوں دور ہیں نہ خود ہی منکرات سے باز آتے ہیں اور نہ دوسروں کو باز رہنے کی تاکید کرتے ہیں درحقیقت یہ بھی ایمان کی کمزوری کی بات ہے۔

اپنے ماتحت لوگوں کی اصلاح کا طریقہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ایک کرایہ دار رہتا تھا۔اس کی نسبت معلوم ہوا کی وہ نرد کھیلتا ہے، سخت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں تمہیں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔ (بخاری) اپنے زیر اثر لوگوں کی اصلاح کیلئے اپنے اختیارات کے استعمال کے ذریعہ تنبیہ بھی اکثر سود مند ثابت ہوتی ہے۔کیوں کہ معاشرے میں لوگ مختلف ذہنی اور نفسیاتی کیفیات کے

حامل ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ تو سیدھی دعوت سے راہ راست پر آجاتے ہیں، جب کہ کچھ لوگوں کو سزا کا خوف دلا کر ہی برائیوں سے روکا جا سکتا ہے۔

ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وضو اچھی طرح نہیں کیا تو فوراً تنبیہ فرمائی: اے عبدالرحمٰن! کامل طریقے پر وضو کرو، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ٹخنوں کیلئے آگ ہے، اگر وہ وضو میں خشک رہ جائیں۔ (مسند احمد)

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اپنے قبیلے والوں کے ساتھ زمین کے بارے میں لڑائی ہوگئی۔ وہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ام سلمہ! زمین سے بچو، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے حاصل کی، قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے اس زمین کے ٹکڑے کے برابر اس آدمی کے گلے میں بطور سزا طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔ (مسلم، بخاری، مسند احمد)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ اپنے حلقۂ اثر میں جب بھی کوئی کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے طریقوں سے ہٹ کر دیکھتیں تو فوراً ٹوک دیتی تھیں۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا آپ کے ہاں آیا اور مکان میں دو رکعت نماز پڑھی۔ جب سجدے کے لیے جانے لگا تو مٹی کے ہٹانے کے لیے پھونک ماری۔ آپ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو اس کو تنبیہ کر کے فرمایا: پھونک نہ مارو، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یسار نامی ایک لڑکے کو جس نے سجدے میں پھونک ماری تھی، فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاک آلود کرو۔ (مسند احمد)

ایک موقع پر جب سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو جماعت میں غیر حاضر پایا تو ان کی بیوی سے دریافت کیا: کیا وجہ ہے میں سلمہ کو نماز با جماعت میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ حاضر ہوتے نہیں دیکھتی؟ ان

کی بیوی نے بتایا کہ چوں کہ وہ جنگ موتہ میں نہیں گئے تھے، اس لیے لوگوں کے عار دلانے کی وجہ سے وہ گھر سے نہیں نکلتے۔ (ابن ہشام)

سیدہ حضرت ام الحسنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی کہ کچھ مساکین آئے جن میں عورتیں بھی تھیں۔ انھوں نے سوال کیا، تو میں نے کہا: یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فوراً تنبیہ کی: ''ہمیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک کو اور کچھ نہیں تو ایک کھجور ہی دے کر واپس کرو۔'' (الادب المفرد)

نماز دین کا ستون ہے اور مسنون اوقات کا التزام اس کی اقامت میں شامل ہے۔ جب دیکھا کہ امراء نماز کے مسنون اوقات کا خیال نہیں رکھتے تو ان پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز ظہر تم لوگوں سے جلد پڑھا کرتے تھے اور تم لوگ نماز عصر آپ ﷺ سے جلد پڑھتے ہو! (ترمذی، مسند احمد)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مقابلے میں کسی رشتے ناتے کا کوئی لحاظ نہیں کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا کوئی رشتے دار اس حالت میں آیا کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو جھڑک کر فرمایا: تم مسلمانوں کے پاس کیوں نہیں جاتے تاکہ وہ تمھیں کوڑے لگا کر پاک کردیں؟ تم آئندہ میرے گھر میں کبھی نہ آنا۔ (الطبقات الکبریٰ)

حکام کو نصیحت کا انداز

حکام کے سامنے سیدھی اور دوٹوک بات کہنے کے لئے بڑی جرأت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ کام جتنا مشکل ہے اتنا ہی زیادہ باعث اجر وفضیلت

ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صحبت نبوی کی وجہ سے یہ فضیلت بھی بدرجۂ کمال حاصل تھی۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ آپ رضی اللہ عنہا ان کو ایک مختصر اور نصیحت آموز خط لکھیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو لکھا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضی مول لے کر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی تکالیف سے بچانے کے لئے کافی ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ان کے سپرد کردے گا''۔ (ترمذی)

ایک حاکم وقت کے لئے اس خط میں اختصار کے ساتھ جامعیت، موزونیت اور جرأت مثالی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے خط میں آپ رضی اللہ عنہا نے لکھا: جو بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے اعمال کرے گا، وہ اس کی تعریف کرنے والوں کو اس کی مذمت کرنے والا بنادے گا۔

جب زیاد نے حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو بغاوت کے الزام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں پیش کیا (کیوں وہ اُمراء کے ظلم وستم پر نکیر فرماتے تھے) تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کرایا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملیں تو ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہوئے فرمایا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ! کیا تمھیں حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں حکام کو نصیحت کرنا اور ان کو تباہی سے روکنا بھی بڑے دل گردے کی بات ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی اور اعلیٰ درجہ کے صحابی تھے لیکن بہر حال حکومت وسلطنت کے فرمانروا اور مالک بھی تھے ہر کس وناکس ہمت نہیں کرسکتا کہ ان سے باز پرس کرے اور ان کو کسی امر پر ٹوکے لیکن امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے کبھی بھی دین کے معاملہ میں کسی بھی بادشاہ اور حاکم کے رعب ودبدبہ کا چنداں خیال نہیں کیا بلکہ صحیح صحیح دین کی بات ان تک پہونچادیا کیا آج ہے کوئی؟

عورتوں کو تو چھوڑیں مردوں میں بھی شاید ایسے لوگ کم ملیں گے کہ جو حکام کو ان کی غلطیوں پر تنبیہ کرنے کی ہمت کرسکیں اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کیلئے منتخب فرمادیا تھا اور قیامت تک آنے والی خواتین کیلئے ان کے عمل کو نمونہ اور پیکر بنادیا انھوں نے دین کے ہر ہر شعبہ پر عمل کر کے دکھا دیا اور کوئی شعبہ باقی نہیں چھوڑا جس میں ہمارے لئے ہدایت وپیروی کا سامان موجود نہ ہو۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عملی فکر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سردار قریش ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ وہ باوجود قیادت اور سیادت کے فتح مکہ تک اسلام کے خلاف ہر محاذ پر سرگرم رہا۔ فتح مکہ سے پہلے جب وہ مدینہ آیا ہوا تھا، تو حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دوران گفتگو اس کی عقل ودانش سے اپیل کرتے ہوئے کہا: میرے ابا! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نواز ہے اور آپ قریش کے سردار اور بزرگ ہو کر کیوں کر اسلام سے محروم رہ گئے ہیں۔ آپ پتھر کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے، مراد یہ تھی کہ یہ ایک سردار کی عقل ودانش سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔

چناں چہ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا: تم بھی عجیب بات کر رہی ہو، کیا میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرلوں؟ یہ کہہ کر وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد اسلام قبول کرلیا (تاریخ مدینہ) بعید نہیں کہ اس کے قبول اسلام کا ایک محرک یہ گفتگو بھی ہو۔

صحابیات کی دعوتی زندگی کو دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کی خدمات زندگی کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ انھیں نے گھر یا معاشرے میں جہاں بھی کوئی کوتاہی دیکھی اس کی اصلاح کی بھرپور کوشش کی اور موقع محل اور مخاطب کا بھی

خیال رکھا۔انھوں نے انذار و تبشیر دونوں سے کام لیا اور ہمیشہ امید کا دامن تھامے رکھا۔دعوت دین کا کام کرنے والے افراد کی کامیابی اسی کا اتباع کرنے میں مضمر ہے۔

آپ ﷺ سے محبت کی عظیم مثال

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جب مدینہ منورہ میں تھیں تو ابوسفیان جو اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا۔مدینہ پہنچا اور آپ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس بستر کو لپیٹ دیا ابوسفیان کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ بیٹی کیا بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے بستر کے لائق نہیں سمجھا حضرت ام حبیبہ نے جواب دیا کہ آپ مشرک اور نجس ہیں اور یہ حضور ﷺ کا بستر ہے اس لئے آپ اس پر نہیں بیٹھ سکتے ہیں تو ابوسفیان نے کہا کہ بیٹی مجھ سے دور ہونے کے بعد تو بہت ہی بدل گئی یہ آپ ﷺ کی ایک حدیث پر عمل تھا آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ شوہروں کا عورتوں پر حق ہے کہ جس کے بیٹھنے کو شوہر ناپسند کرتا ہو عورت اس مرد کو ہرگز نہ بیٹھنے دے یہ بھی وہی کر سکتی ہے جس کو آپ ﷺ سے حد درجہ محبت ہے کہ باپ کو بھی بیٹھنے نہ دے اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ شوہر کی فرمانبرداری اور اس کی رضامندی کا چنداں خیال نہیں کرتے ہیں جب کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی الغرض امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے کوئی شعبہ باقی نہیں چھوڑا ہر ایک شعبہ پر عمل کر کے دکھا دیا اب ہمارا کام یہ ہے کہ ان شعبوں پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت بنائیں اللہ ہم سب کو صحابیات بالخصوص امہات المؤمنین کے طریقہ پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

ہم اصلی مسلمان ہیں یا نسلی؟

ایک نومسلم خاتون کی کسمپرسی کا ناگفتہ بہ واقعہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

محترم خواتین اسلام، مذہب اسلام میں فضیلت و برتری خاندان وقبیلہ اور ذات پات کی بنیاد پر نہیں ہے۔فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ تم اپنے آپ کو بہت پاک

صاف نہ بنو فضیلت و بزرگی کا معیار اللہ تعالیٰ کے یہاں تقویٰ ہے اور جس آدمی کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کا ڈر ہوگا وہ اللہ کے ہر ہر حکم پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار رہے گا۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا ''اے ایمان والو ایمان لے آؤ ایک اور موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً'' اے ایمان والو! پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ یعنی اسلام کے ہر ہر حکم پر عمل کرو ایسا نہ ہو کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر اور اس سلسلہ میں کسی لومۃ لائم کی پروا بھی مت کرو بزدلی اور کم ہمتی سے کام بھی مت لو ''اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا'' اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں جھگڑو مت ورنہ تم نامرد ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور ڈٹے رہو صحابہ کرام کی صفات بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے ذکر کیا سورہ فتح کی آیت ہے ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ'' محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں یعنی صحابہ کرام وہ کفار پر بہت سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحمدل ہیں ایک مسلمان کی یہی شان ہونی چاہئے جب ایک شخص نے اسلام قبول کرلیا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا تو اب اس کا درجہ بھی اسی مسلمان کی طرح ہے جو پیدائشی طور پر مسلمان ہے اس سلسلہ میں ہم نسلی مسلمانوں سے بڑی کوتاہیاں ہوتی ہیں کہ جو شخص مذہب اسلام قبول کرتا ہے اس کو رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں۔

ماہانہ تذکیر جو دہلی سے پابندی سے شائع ہوتا ہے، اور ماہنامہ نقوش عالم بنگلور کے تبادلہ میں آتا ہے اس کا سیریل نمبر 65 ہے، ایڈیٹر مولانا عزیز الحسن صدیقی مدظلہٗ ہیں۔ جن کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملت کی زبوں حالی اور دکھتی رگوں پر ہمیشہ متفکر رہتے ہیں۔ اور ملک وقوم کے لئے قلبی کڑھن رکھتے ہیں۔ موصوف کے رسالہ

میں جناب ابوسعید صاحب کا ایک مضمون شمارہ اگست ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا تھا میں نے اس کو زیراکس کرا کر فائل میں رکھ دیا آج یاد آیا تو اس کو خطبات حبان برائے دخترانِ اسلام کی اشاعتوں میں شامل کردیا۔

میں اس واقعہ کو من وعن حضرت مولانا عزیز الحسن صدیقی صاحب کے شکریہ کے ساتھ نقل کررہا ہوں۔ جو ہماری معزز خواتین کے لئے تو قابل عبرت ہے ہی لیکن اس سے زیادہ مرد حضرات کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ

خواجہ حمید الدین اپنی حویلی کے صحن میں احباب کے جمگھٹ میں تھے، صبح کا سہانا وقت تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ دالان میں طرح طرح کے پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ ماحول خوشگوار اور فضا معطر ہو رہی تھی۔ ایسے میں خادم بلوری فنجانوں میں ارغوانی چائے لے کر حاضر ہوا۔ سب نے ہاتھ بڑھا کر ایک ایک فنجان اٹھالیا اور چسکیاں لینے لگے۔ سبحان اللہ، ماشاء اللہ کی تکرار ہونے لگی۔ خواجہ حمید الدین کے ایک ہاتھ میں آج کا تازہ اخبار تھا اور دوسرے ہاتھ میں فنجان، وہ بیک وقت چائے سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے اور اخبار پر بھی اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتے جارہے تھے گویا کہ زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

میرے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

خواجہ حمید الدین چائے ختم کرکے اخبار بینی میں منہمک ہوئے ہی تھے کہ انہیں محسوس ہوا کہ کوئی ان کے قریب آکر کھڑا ہوا ہے۔ انہوں نے جیسے ہی نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں ایک اجنبی عورت ہندوانہ طرز کی بڑی سی سفید چادر لپیٹے ہوئے کھڑی

ہے۔ انہوں نے سوال کیا تم سویرے سویرے کس غرض سے یہاں آئی ہو۔ عورت دیہات کی رہنے والی معلوم ہو رہی تھی، اس نے اپنی رام کتھا سنائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں مصیبت کی ماری ہوں، آل اولاد اور گھر دوار سب کچھ چھوڑ کر نکل پڑی ہوں، مجھے سر چھپانے کی جگہ کی تلاش ہے۔

میں اپنا گھر دوار سب چھوڑ چکی ہوں

اجنبی عورت یقیناً مسلمان نہ تھی اور اپنے لباس اور وضع قطع سے کسی اچھے گھر کی معلوم ہو رہی تھی۔ خواجہ حمید الدین حیص بیص میں تھے اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے، کیا کریں، کہاں جگہ دیں اور کیوں دیں، جگہ تو دے دیں۔ مگر اس کے نتائج وعواقب کیا ہوں گے، زمانہ نازک ہے، تقسیم ملک کے بعد ہی مسلمانوں کی زندگی دیوانے کا خواب بن چکی ہے۔ ”ہر گام پہ چند آنکھیں نگراں ہر موڑ پہ اک لیسنس طلب“ والی کیفیت ہے۔ اگر مان بھی لیں کہ عورت اپنے قول میں سچی ہے اور واقعی مصیبت زدہ ہے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس کو جگہ دے دی جائے تو کل کلاں کو کوئی فتنہ سر نہیں اٹھائے گا۔ وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ عورت کیوں اپنا گھر بار چھوڑ کر ماری ماری پھر رہی ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموشی کے ساتھ یہی باتیں سوچ رہے تھے اور عورت بھی اپنی بات کہہ کر گردن نیوڑھائے کھڑی تھی۔ آخر کار خواجہ حمید الدین نے سکوت توڑا اور دریافت کیا ”تم اس وقت کہاں سے آ رہی ہو، تمہارا گھر کہاں ہے اور تم نے کیوں گھر سے باہر قدم نکالا۔ عورت نے جواب دیا، اس وقت تو میں اسی شہر کے محلّہ بخشش پور سے آ رہی ہوں مگر میرا مکان موضع رگھوناتھ پٹی میں ہے۔ رگھوناتھ پٹی برہمنوں کی بستی ہے اور میں بھی برہمن پریوار کی ہوں۔ ہمارا پریوار اسی گاؤں میں آباد ہے مگر میں اپنا پریوار اور گھر دوار سب چھوڑ چکی ہوں۔

اسلام کی خاطر

خواجہ حمید الدین غور سے اس کی باتیں سن رہے تھے مگر عورت یہ بتا کے نہیں دے رہی تھی کہ اس نے کیوں اتنا بڑا جوکھم اٹھایا۔ ان سے نہیں رہا گیا تو درمیان ہی میں اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھ بیٹھے ”تم نے کیا سوچ کر ایسا قدم اٹھایا“؟

اس سوال کا سننا تھا کہ وہ جھٹ سے بول اٹھی ”اسلام کی خاطر“ خواجہ حمید الدین بڑے سمجھدار اور معاملہ فہم آدمی تھے، مردم شناس بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے طبیعت میں فیاضی بھی رکھی تھی، جوکھم اٹھانے اور خطرات مول لینے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ان کے دل نے گواہی دی کہ عورت سچی ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔ انہوں نے فوراً خادم کو آواز دی، ان کا وفادار اور حاضر باش ملازم جعفر دوڑتا ہوا آیا۔ خواجہ حمید الدین نے اس کو ہدایت کی ”دیکھو یہ خاتون ہماری معزز مہمان ہیں، ان کو زنان خانے میں لے جاؤ اور بیگم سے کہو کہ حویلی کے حصہ میں ان کی علیحدہ رہائش کا انتظام کریں جہاں یہ چند دنوں تک سکون و آرام سے رہ سکیں، ان کے کھانے پینے کا معقول نظم کیا جائے۔

مجھے اللہ نے مرد بنایا ہے

عورت اندرون حویلی میں جا چکی تو خواجہ حمید الدین کے دوستوں نے بیک زبان کہا، خواجہ صاحب آپ نے بڑا خطرہ مول لے لیا ہے۔ زمانہ کتنا نازک ہے، مسلمانوں کے گھروں کی تلاشیاں لی جا رہی ہیں، گرفتاریاں ہو رہی ہیں، مسلم محبان وطن اور مجاہدین حریت کو بھی مینٹیننس آف پبلک آرڈر ایکٹ ۱۹۴۷ء کے تحت گرفتار کیا جا رہا ہے۔ خدانخواستہ آپ کسی بڑی مصیبت میں نہ پھنس جائیں، خواجہ حمید الدین

نے بے خوفی کے ساتھ اپنا ارادہ ظاہر کیا: ''اگر عورت واقعی اسلام کی خاطر اتنا بڑا رسک لے رہی ہے تو مجھے اللہ رب العالمین نے مرد بنایا ہے، میں بھی ہر طرح کا خطرہ مول لینے کا عزم کر چکا ہوں۔''

کیسے اچھے لوگ ہیں

عورت حویلی کے اندر داخل ہوئی تو اس نے کامل سکون اور راحت کا احساس کیا، تین دن پہلے جب اس نے اپنے گھر کو خیر باد کہا تھا اور دو راتیں اپنے گاؤں کے غریب مسلمانوں کے رشتہ داروں کے ہاں جو بخشش پور میں رہتے ہیں گزاری تھیں اور ایک رات اسی شہر کے مسلم مسافر خانہ کے مینیجر کے گھر میں گزارنی پڑی تھی تو اس پر عجیب سی وحشت اور بے آرامی کی کیفیت طاری تھی۔ حویلی کے اندر قدم رکھتے ہی اس نے محسوس کیا جیسے تپتے ہوئے صحرا سے نکل کر چمن میں آ گئی ہو، وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئی بیگم حمید الدین نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور عزت و احترام کے ساتھ لے جا کر پلنگ پر بٹھایا جیسے کسی معزز مہمان کو بٹھایا جاتا ہے۔ چند ہی منٹ میں ماما ایک ٹرے میں بسکٹ اور چائے لے کر آ گئی۔ مصیبت کی ماری عورت سوچنے لگی کیسے اچھے ہیں یہ لوگ، میں نے سنا تھا مسلمان بڑے ملیچھ ہوتے ہیں، دوسرے مذہب والوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کی عورتیں کیا ہوتی ہیں اچھی خاصی چڑیل ہوتی ہیں، مرد انہیں استعمال کرتے ہیں اور پہنے ہوئے لباس کی طرح اتار پھینکتے ہیں۔ یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے، اتنی مطیع، اتنی باحیا، اتنی وفاکش اور اتنی مہذب اور باوقار ایک مسلمان عورت ہو سکتی ہے، یہ تو میرے حاشیہ گمان میں بھی نہ تھا، پھر اس کو خیال آیا کہ ہمارے گاؤں کی وہ مفلس و نادار مسلمان عورتیں بھی تو ایسی ہی نیک اور پارسا ہیں جنھوں نے مجھے سچائی کا راستہ دکھایا، میری عاقبت سنواری اور کفر کی غلاظت

سے نکال کر ایمان کی سرسبز و شاداب وادی میں پہنچا دیا۔ اقبال میاں کی بیوی اور بہو کا میں کس زبان سے شکریہ ادا کروں جنھوں نے مجھے اسلام سے روشناس کرایا، مجھے نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھایا اور دین کے مسائل سمجھائے۔ آہ! مجھے ان دونوں کے معصوم چہرے یاد آتے ہیں، بیگم حمید الدین کا چہرہ بھی کتنا حسین اور بھولا بھالا ہے، وہ خاموش ہوتی ہیں تب بھی ان کا چہرہ بھلا لگتا ہے اور جب بولتی ہیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

آہ! وہ دو راتیں

اقبال کی بیوی اور بہو کی وہ اس لئے ممنون تھی کہ ان دونوں اللہ کی بندیوں نے اس کو دین اسلام سے آشنا کیا، وہ ان کے پاس بیٹھ کر دین کی باتیں سیکھا کرتی تھی، قرآن سنا کرتی تھی۔ قرآن ہی تو میری ہدایت کا ذریعہ بنا تھا۔ وہ سوچنے لگی ایک دن جب کہ میں قرآن کی سورتیں یاد کر رہی تھی میرا شوہر جو کبھی میرے اوپر جان چھڑکتا تھا گنڈاسہ لے کر میرے سامنے آ گیا اور میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن کا واقعہ یاد کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تمہارے ہاتھ شل ہو جائیں گے اور میرا بال بیکا نہ ہوگا اور اللہ کے فضل سے یہی ہوا بھی۔ میرا شوہر وہاں سے ہٹ گیا پھر جب میں نے دیکھا کہ اب میرے گھر میں میرا ایمان محفوظ نہیں رہ سکے گا تو میں وہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔ آہ وہ دو راتیں جو اقبال کے رشتہ داروں کے گھر گزریں کیسی اضطراب انگیز راتیں تھیں اور دوسرے دن اس گھر کے لوگوں نے محض اس اندیشہ کی بناء پر کہ ان کے گھر کا محاصرہ ہوگا اور لوگ مجھے پکڑ کر لے جائیں گے اور ان لوگوں پر سختیاں کی جائیں گی ان لوگوں نے مجھے مسافر خانہ کی راہ دکھادی تھی، خدا بھلا کرے مسافر خانہ کے منیجر کا جس نے مجھے مسافر خانہ کے بجائے اپنے گھر میں

چھوٹا سا کمرہ دے دیا جس میں میں نے کسی طرح ایک رات کاٹی اور صبح میں وہاں سے چل دی۔ منیجر کی گھر والی نے باتوں باتوں میں مجھے بتا دیا تھا کہ شہر میں ایک دیالو رئیس خواجہ حمید الدین رہتے ہیں اور میں ان کی حویلی کا پتا پوچھتے پوچھتے یہاں پہنچ گئی۔ اب میں دار الامان میں ہوں مگر کب تک یہاں رہ سکوں گی یہ کہنا مشکل ہے، میرا مستقبل کیا ہوگا ایمان کی دولت جو رگھوناتھ پٹی کے غریب مسلم پریوار کے گھر سے لے کر آئی ہوں آخر اس کی حفاظت کیسے کر پاؤں گی۔ عورت انہیں خیالات میں گم تھی کہ بیگم نے بڑے پیار سے کہا، چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے، پی لو اور آرام کرو، عورت جب چائے پی چکی تو خادمہ نے حویلی ہی میں ایک طرف لے جا کر اس کا کمرہ دکھا دیا اور کہا، بی بی یہ آپ کا کمرہ ہے، اس میں آرام کریں۔ کمرہ میں آسائش کا جملہ سامان موجود تھا، ایک طرف نماز کی چوکی رکھی ہوئی تھی اور اس پر خوبصورت سا مخملی مصلا بچھا ہوا تھا۔ غسل خانہ اور بیت الخلا بھی کمرہ سے متصل تھا۔ اس کو اپنی ضرورتوں کے لئے کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ عورت کمرہ میں رہنے لگی اور اپنے رب کو یاد کرنے لگی، ناشتہ کھانا اس کو یہیں مل جاتا۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کو یہاں آئے ہوئے دو ہفتے گزر چکے تھے، اس بیچ گھر کے سبھی افراد اور بچے اور بچیاں اس سے خوب گھل مل گئی تھیں۔ فرصت کے اوقات میں بیگم بھی اس کے پاس آکر بیٹھ جاتی تھیں اور وہ ان سے کھل کر باتیں کیا کرتی تھی، ایک دن اس نے اپنی داستان ان الفاظ میں بیان کی۔

کہانی عورت کی زبانی

میرا میکہ موضع بشناتھ پٹی میں ہے اور سسرال اس کے قریب ہی رگھوناتھ پٹی میں ہے، میری شادی اسی گاؤں کے ایک خوشحال گھرانے میں دوارکا ناتھ پانڈے سے ہوئی تھی۔ ہماری ازدواجی زندگی بڑی خوش گوار گزر رہی تھی، میرے اوپر کبھی غم کا

سایہ بھی نہیں پڑا تھا، اپنے گھر میں سدا خوش رہی، شوہر بھی محبت کرنے والا ملا۔ دو اولادیں ہوئیں۔ بیٹی نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا کہ اس کی عمر کا پیمانہ چھلک اٹھا اور وہ مجھ سے بچھڑ گئی، اب صرف ایک بیٹا رہ گیا ہے۔ میں اپنے گھر میں خوش تھی اور گھر والے بھی مجھ سے خوش تھے۔ میں اگرچہ برہمن پریوار ہندوؤں کی اونچی برادری سے تعلق رکھتی تھی مگر میرا سوبھاؤ ایسا تھا کہ پاس پڑوس کے غریب لوگ چاہے ہندو ہوں یا مسلمان مجھے بہت چاہتے تھے اور میں بھی ان گھروں میں جاتی رہتی تھی، ہمارے پڑوس میں اقبال میاں کا گھر تھا جو بڑے نیک آدمی تھے، میں ان کے ہاں بھی جاتی تھی اور اٹھتی بیٹھتی تھی۔ ہمارے گھر کے لوگ چھوا چھوت مانتے تھے مگر میں اس کی قائل نہ تھی، میں بلا جھجک ان کے گھر پانی پی لیتی تھی۔ اقبال میاں کی بیوی زیادہ پڑھی لکھی نہ تھیں البتہ میں دیکھتی تھی کہ وہ نماز بہت ہی اچھے ڈھنگ سے پڑھتی ہیں اور قرآن شریف پڑھنے کا انداز بھی بڑا پیارا تھا، جب وہ قرآن پڑھتیں تو میں پاس بیٹھ کر سنا کرتی، لگتا کہ قرآن کے میٹھے بول میرے دل میں اترتے جا رہے ہیں، میں نے اس سے پہلے کبھی نہ کسی کو نماز پڑھتے دیکھا تھا نہ قرآن سنا تھا۔ نماز پڑھنے کا طریقہ اور قرآن پڑھنے کا انداز مجھے ایسا بھایا کہ میں اس کی نقل کرنے لگی۔ میں اقبال کے گھر کی عورتوں کو وضو کرتے اور نماز پڑھتے دیکھ کر وضو کرنا اور نماز پڑھنا سیکھ گئی اور قرآن کی سورتیں بھی یاد کرنے لگی۔

میں نہیں کہہ سکتی کہ مجھے چھپ چھپ کر نمازیں ادا کرتے اور قرآن کی سورتیں یاد کرتے ہوئے کتنی خوشی ہوتی۔ میں اپنے کو دنیا کی سب سے خوش قسمت عورت سمجھنے لگی۔ ایمان کی حلاوت میرے دماغ میں رچ بس گئی۔ اقبال میاں کی بیوی نے ایک دن مجھے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک سبق آموز واقعہ سنایا، وہ واقعہ یوں تھا کہ حضرت عمر ابھی ایمان کی دولت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے اور مسلمانوں

کے درپے آزار رہا کرتے تھے۔ایک دن پیارے نبی ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکل پڑے، اتنے میں کسی نے ان سے بتایا کہ پہلے اپنی بہن کی خبرلو۔وہ بھی اسلام میں داخل ہوچکی ہیں، یہ سننا تھا کہ ان کا پارہ چڑھ گیا اور ننگی تلوار لے کر بہن کے گھر کی طرف چل دیئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بہن قرآن کی تلاوت کررہی ہیں کان لگا کر سنا تو دل میں ہلچل پیدا ہوگئی۔تلوار ہاتھ میں ہے اور بہن سے سوال کررہے ہیں کہ تم کیا پڑھ رہی تھیں۔بہن نے کہا قرآن شریف پڑھ رہی تھی۔بولے کہاں ہے وہ قرآن مجھے دکھاؤ، بہن نے کہا آپ ناپاک ہیں۔ پہلے پاکی حاصل کرلیجئے تب آپ اس کو چھو سکتے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً پاکی حاصل کی اور قرآن ہاتھ میں لے کر مچل گئے دل میں ایمان کا شرارہ لپک رہا تھا فوراً پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان میں داخل ہو گئے۔اس واقعہ نے میرے دل کی دنیا کو بدل کے رکھ دیا۔بیگم صاحبہ! یوں سمجھئے اب میں پورے طور پر اسلام میں داخل ہوچکی تھی۔ میرے دل سے دنیا والوں کا خوف نکل چکا تھا، ساری محبتیں اور چاہتیں ایک طرف مگر جب حق کا باطل سے ٹکراؤ ہوتا ہے تو باطل روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں منتشر ہو جاتا ہے۔بات جب ایمان کی آتی ہے تو باطل روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں منتشر ہو جاتا ہے۔بات جب ایمان کی آتی ہے تو کفر اختیار کرنے والے تلملا اٹھتے ہیں، میرا شوہر جو کبھی میرے اوپر جان چھڑکتا تھا اب مجھ سے کترانے لگا۔مجھے پاگل سمجھتا، کبھی مجھے بڑے پیار سے سمجھاتا اور کبھی لال پیلی آنکھیں دکھاتا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں نفع وضرر کے اس معیار کو جو میرے گھر والوں نے مقرر کر رکھا تھا ذرہ برابر نہیں مانتی، میں نے ایک فیصلہ کرلیا تھا اور اس پر مضبوطی سے قائم تھی۔شوہر جب مجھ سے بالکل مایوس ہوگیا تو اس نے میرے اوپر ہاتھ بھی اٹھادیا اور ایک دن صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تو میرے گھر سے نکل جا، اب تیرا ٹھکانا اس گھر میں ہے نہ گاؤں

میں تب میں نے اقبال میاں کی بیوی کی مدد حاصل کی، اس اللہ کی نیک بندی نے مجھے اسی شہر کے محلّہ بخشش پور کے اپنے ایک عزیز کے گھر کا پتا بتادیا۔بیگم صاحبہ! میرا بیٹا بمبئی کسی کارخانہ میں کام کرتا ہے، اس کے دل میں بھی اسلام کی شمع روشن ہے۔میں پہلے بتا چکی ہوں کہ میری ایک پیاری بیٹی بھی تھی جو اچانک بیمار پڑی اور قضا کرگئی۔ میں برسات کی بھیانک رات میں اس کی لاش لئے بیٹھی رہی اور انتظار کرتی رہی اور یہی سوچتی رہی کہ کاش کوئی جیالا مسلمان آتا اور اس کو لے جاکر اسلامی طریقہ سے کفن دفن کرتا۔ مجھے ہندو دھرم کا لاش کو جلانے پھونکنے کا طریقہ ایک دم پسند نہیں آتا مگر کون مسلمان وہاں آنے کی ہمت کرتا ہمارے گاؤں میں آباد مسلمان کمزور طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور بہت تھوڑے ہیں اور بڑی ذاتوں کے ہندوؤں کی اکثریت ہے، وہ بے چارے کہاں ہمت رکھتے تھے کہ پڑوسی ہندوؤں سے پنگا لیتے، بالآخر ظالموں نے میری بیٹی کو آگ میں جھونک دیا اور اس کی راکھ ہوا میں بکھیر دی، میں جب سوچتی ہوں تو کانپ اٹھتی ہوں۔اب میرا بیٹا میری امیدوں کا چراغ ہے، اللہ اس چراغ کو روشن رکھے، میرا کوئی سہارا ہوتا، میرے سر پر کوئی سائبان ہوتا تو میں اس کو ضرور اپنے پاس بلاتی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی ماں سے بے وفائی نہیں کرسکتا اور جس راستے کو میں نے اپنایا ہے وہ بھی اس پر ضرور چلے گا۔اللہ اس کا مددگار رہو۔

محلّہ کی مسجد کے مینار سے اللہ اکبر کی صدا جیسے ہی بلند ہوئی دونوں عورتیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور جلدی جلدی وضو کرکے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوگئیں۔

بلاشبہ وہ مومنہ ہے

آج شب میں جب خواجہ حمید الدین زنان خانے میں پہنچے تو بیگم نے عورت کی بتائی ہوئی ساری باتیں کہہ سنائیں، خواجہ حمید الدین نے کہا، اس کا مطلب یہ ہے

کہ یہ عورت مومنہ ہے، بیگم بولیں، بلاشبہ وہ دین میں پوری طرح داخل ہو چکی ہے، اس کے چہرے پر ایمان کا نور جھلکتا ہے، وہ یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ اقبال میاں جو اس کے اولین معلم ہیں اور جن کے گھر کی عورتوں نے اس کی دینی تربیت کی ہے ان لوگوں نے اس کا اچھا سا اسلامی نام بھی رکھ دیا ہے۔ اس نے بتایا کہ اس کے گاؤں کے قریب لچھمن پور نام کی ایک بستی ہے جہاں ایک رئیس خاتون نے ایک بڑی سی زمین پر اللہ کا گھر تعمیر کرایا ہے۔ اس خاتون کا ارادہ اپنے گاؤں میں مسلمانوں کو آباد کرنے کا تھا مگر یہ ارادہ تکمیل نہ پاسکا اور وہ اللہ کو پیاری ہوگئی۔ اس نیک بی بی کا نام زکیہ تھا۔ اقبال میاں نے اپنی پڑوسن کیلئے یہی نام پسند کیا۔ مجھے بھی یہ نام بہت پسند آیا۔ خواجہ حمید الدین بولے چلو بھئی اب ہم لوگ اس کو اسی نام سے موسوم کریں گے۔

خواجہ حمید الدین کو یہ فکر ستانے لگی کہ کسی طرح اس پاکباز خاتون کا کسی نیک مسلمان سے نکاح پڑھوا دیں تاکہ اس کو ایک سہارا مل جائے، اس طرح کب تک وہ پڑی رہے گی۔ انکے گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی مگر اتنا ہی کافی نہ تھا، اسکا ایک سرپرست ہونا چاہیئے تاکہ اس کا ایمان بھی محفوظ رہے اور بیٹا بھی اسلام میں داخل ہو جائے۔

ہمارے ہی اعمال واخلاق کی وجہ سے لوگ برگشتہ پھر رہے ہیں

یہ واقعہ ملک کی آزادی کے معاً بعد کا ہے اور اس وقت کسی غیر مسلم کا اسلام میں داخل ہونا پھر اس کا کسی مسلمان سے رشتہ قائم ہو جانا بڑے جوکھم کا کام تھا، بڑے خطرات تھے، بڑی مشکلات تھیں جو اس راہ میں حائل تھیں مگر خواجہ حمید الدین بڑے عاقل اور فہیم آدمی تھے اور مضبوط اعصاب کے مالک بھی، انہوں نے ٹھان لیا کہ ذکیہ کو بہرحال ایک سائبان مہیا کرنا ہے، وہ دل وجان سے اس مہم میں لگ گئے کئی لوگوں

سے زبان کھولی، نشیب وفراز سمجھایا، اللہ ورسول کا واسطہ دیا مگر بڑے بڑے عابد وزاہد، حاجی اور قاضی سب مکر گئے، خواجہ حمید الدین نے ایک ذاتیلے رئیس سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر یہ عورت دین سے پھر گئی تو تم خدا کے یہاں ضرور پکڑے جاؤ گے مگر پھر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوا، یہی نہیں کہ انہوں نے صرف خود ساختہ بڑے لوگوں سے ہی کہا ہو کمزور طبقہ کے لوگوں سے بھی کہا مگر وہ بھی تیار نہیں ہوئے۔ موجودہ دور کے مسلمان اسلام کی محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں، اسلام کا دم بھی بھرتے ہیں، اسلام کی تبلیغ کا فریضہ بھی ادا کرتے ہیں، لاکھوں روپئے خرچ کرتے ہیں، مدرسے چلاتے ہیں، انجمنیں قائم کرتے ہیں بڑے بڑے دینی وتبلیغی جلسے کرتے ہیں مگر جب کوئی اللہ کا بندہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کو نومسلم کہتے ہیں اور وہ درجہ ومقام نہیں دیتے جو اسلام اس کو دے چکا ہوتا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ مسلمانوں کو اس حرکت کی وجہ سے کتنے لوگ اسلام میں داخل تو ہوتے ہیں مگر ان حالات کو دیکھ کر برگشتہ بھی ہو جاتے ہیں، اور اگر وہ اسلام پر قائم رہ گئے تو ان کی ایک الگ برادری بن جاتی ہے جس کو لوگ نومسلم برادری کہتے ہیں، وہ گھٹیا لوگوں میں جئیں اور انہیں میں شادی بیاہ کریں، اس برادری اور طبقہ کے لوگ برخود غلط اصلی اور نسبی مسلمانوں میں ضم نہیں ہو سکتے۔ اسلام میں تو رہیں گے مگر گھٹیا مسلمان بن کر جئیں گے۔ ان کی اولاد کی شادی کسی اچھے گھرانے میں نہیں ہو سکتی۔

فتح پور میں ایک اینٹوں والا خاندان رہتا ہے جو ہندوؤں کی ایک اعلیٰ برادری سے تعلق رکھتا ہے، اس خاندان میں ایک مولوی صاحب اتالیق کے فرائض انجام دیتے تھے، ان کی تعلیم اور بلند اخلاق سے متاثر ہو کر اس خاندان نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا، عین قبول اسلام کے وقت خاندان کے مکھیا نے یہ سوال پیش کردیا کہ ہم لوگ تعلیم یافتہ وسربرآوردہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ہم اسلام میں داخل

ہونے کے بعد اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی کہاں کریں گے،اس سوال پر مولوی صاحب خاموش ہوگئے اور فتح پور کے سربرآوردہ مسلمانوں کے سامنے یہ سوال رکھا مگر کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہاں ہم اس کے لئے تیار ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اینٹوں والا خاندان اسلام کی نعمت سے محروم رہ گیا وہ اسلام میں تو داخل نہ ہوسکا مگر اس کے بعد اس خاندان میں یہ رواج چلا آرہا ہے کہ پنڈت بیاہ کراتا ہے اور مولوی نکاح پڑھاتے ہیں،اردو اس خاندان میں بحیثیت مادری زبان رائج ہے اور تہذیب بھی قریب قریب اسلامی ہے۔مولوی صاحب کی صحبت اور تعلیم کا اتنا اثر تو باقی رہا مگر مسلمانوں کی سوچ کتنی غلط تھی اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔مسلمان اپنے علماء کی وہ عزت وتوقیر نہیں کرتے جو کرنی چاہئے مگر کوئی ان کی خدمات اور قربانیوں کا اندازہ تو کرے۔فتح پور کے اینٹوں والے خاندان میں اتالیق کے فرائض انجام دینے والے مولوی صاحب نے اشاعت علم ہی نہیں اشاعت اسلام کا بھی فریضہ بہ احسن وجوہ انجام دیا مگر یہ خاندان جب اسلام کے خوشنما محل میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھا تو مسلمان راستہ روک کر کھڑے ہوگئے۔یہی معاملہ ذکیہ کے ساتھ بھی پیش آیا۔

ہر بات کیلئے ایک موقع ہوتا ہے

ذکیہ کو خواجہ حمید الدین کی حویلی میں رہتے ہوئے کئی مہینے گزر گئے۔اسی دوران اس کو معدے کی کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اس نے بیگم سے جب اس کا ذکر کیا تو انہوں نے شہر کے مشہور طبیب حکیم ذوالفقار علی کو بلوا کر دکھایا۔حکیم صاحب دیندار اور شہر کے نیک لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور اچھے طبیب بھی ہیں۔اللہ انہیں معاف کرے انہوں نے ایک ایسی غلط اور بے تکی بات کہہ دی جس کو سن کر بیگم حمید سخت ناراض ہوئیں۔انہوں نے نسخہ تو لکھا مگر یہ بھی کہہ دیا کہ اس عورت کو مرد کی تلاش ہے۔

ادھر خواجہ حمید الدین رشتوں کی تلاش میں سرگرداں وحیران،انہیں حکیم صاحب کے ریمارک کی خبر لگی تو بہت خفا ہوئے۔وہ کیا سوچ رہے ہیں اور حکیم ذوالفقار جیسے بددماغ کیسی ہفوات بک رہے ہیں۔وہ ذکیہ کے ایمان کی حفاظت اور اس کی زندگی کے پرسکون طریقہ پر گزرنے کے مواقع تلاش کر رہے ہیں اور حکیم ذوالفقار جلے پر نمک چھڑک رہے ہیں،رشتہ نہ ملنا تھا نہ ملا۔اسی طرح مہینوں پر مہینے گزرنے لگے،ذکیہ برابر اپنے بیٹے سے خط وکتابت کیا کرتی تھی۔بیٹے نے اصرار کر کے اس کو اپنے پاس بمبئی بلا لیا۔ایک دن اس نے بیگم حمید سے بہت لجاجت سے کہا کہ مجھے بیٹے کو دیکھے زمانہ گزر گیا،میں کچھ دنوں کے لئے اس کے پاس جانا چاہتی ہوں،وہ بھی مجھے دیکھنے کے لئے بیتاب ہو رہا ہے،بیگم نے بادل ناخواستہ اجازت دے دی اور ذکیہ ایک ہفتہ بعد بمبئی کے لئے روانہ ہوگئی۔

ذکیہ کا کچھ اتا پتہ نہیں

کچھ دنوں بعد بیگم حمید کے نام بمبئی سے ایک منی آرڈر آیا۔خواجہ حمید الدین کو جس وقت ڈاکیہ نے منی آرڈر لاکر دیا وہ حیران رہ گئے کہ بیگم کے نام بمبئی سے کس نے منی آرڈر بھیجا ہے۔فی الاصل منی آرڈر ذکیہ کا بھیجا ہوا تھا۔انہوں نے منی آرڈر فارم اندر بھیج دیا۔بیگم نے کوپن کی تحریر پڑھی اور دستخط کر کے رقم وصول کر لی۔

ذکیہ نے اہرن سے دودھ لیا تھا مگر کچھ رقم اس کے ذمہ باقی رہ گئی تھی۔وہی رقم اس نے بھیجی تھی۔تیس روپے اہرن کو بلوا کر بقایا رقم ادا کردی گئی اور پانچ روپے کی مٹھائی بازار سے منگوا کر بچوں میں تقسیم کردی گئی۔گھر میں کبھی کبھی بھولی بسری کہانی کے طور پر ذکیہ کے واقعات دہرائے جاتے مگر ذکیہ کا کچھ پتا نہیں تھا وہ بمبئی میں ہے یا کہیں اور چلی گئی۔کئی برس گزر گئے مگر ذکیہ کا کوئی اتا پتا نہ تھا۔

اس کا علم اللہ ہی کو ہے

اتفاق سے کچھمن پور کی مسجد کے وسیع وعریض احاطہ میں مسلمانوں کی ایک تنظیم کی طرف سے آنکھوں کے علاج و آپریشن کا کیمپ لگایا گیا، خواجہ حمید الدین اس تنظیم کے صدر تھے۔ سب سے پہلے جو خاتون آپریشن کی میز پر لٹائی گئیں ان کے بارے میں کیمپ کے منتظم مولوی نثار احمد نے خواجہ حمید الدین کو بتایا کہ یہ وہی خاتون ہیں جو مہینوں آپ کی حویلی میں مقیم رہیں پھر اپنے بیٹے کے پاس بمبئی چلی گئیں۔ یہ وہاں سے آنے کے بعد اب اپنے شوہر کے گھر میں ہی رہ رہی ہیں۔ خواجہ حمید الدین نے مولوی نثار احمد سے سوال کیا، خاتون کیا اب بھی دین پر قائم ہیں؟ مولوی نثار احمد نے جواب دیا، اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

ہم کب تک اسلام کی رسوائی کا سبب بنیں گے؟

خواجہ حمید الدین وہاں سے ہٹ گئے اور گم صم کنارے جا کر بیٹھ گئے اور بے اختیار ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔ خدایا! مسلمانوں کو عقل دے، انہیں کیا ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی سی کوشش کر لی اور بہت چاہا کہ صنف نازک سے تعلق رکھنے والی زکیہ اپنے ایمان کو بچا لے جائے مگر میں نہیں جانتا کہ وہ کس حال میں ہے، ایمان کی شمع جو اس کے دل میں فروزاں تھی جس کی روشنی میں وہ رگھوناتھ پٹی سے بخشش پور اور مسلم مسافر خانہ اور پھر میری حویلی تک آ گئی تھی کیا خاموش ہو چکی ہے، کیا وہ کفر کی آغوش میں ہے، کیا اس کا ایمان ناقص تھا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس کا ایمان تو کامل تھا، وہ مومنہ تھی، اس نے ہر طرح کی قربانی دی تھی، مصیبتیں اٹھائی تھیں، راحت و آرام کو قربان کیا تھا، گھر بار چھوڑا تھا، میں نے اس کو سہارا دیا مگر یہ سہارا اس کے کسی

کام نہ آ سکا، شاید میں ہی ناقص تھا، اگر اس نے حالات سے سمجھوتا کر لیا ہے یا سپر اندازی اختیار کی ہے تو اس کا قصوروار میں بھی ہوں۔ مجھے اس کو بمبئی نہیں جانے دینا چاہئے تھا، اگر اس کا ایمان ناقص تھا تو ہمارا کب کامل تھا۔ ہماری نیتیں فاسد تھیں اور ہیں۔ ہم تو نام کے مسلمان ہیں، ہمارے طور وطریق غلط ہیں، ہمارے اعمال غلط ہیں، ہمیں دیکھ کر لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوتے بلکہ قرآن سن کر اور نماز پڑھ کر ایمان لا رہے ہیں۔

ماضی میں لوگ مسلمانوں کا چہرہ دیکھ کر ایمان لاتے تھے جب کہ آج مسلمانوں کو دیکھ کر لوگ دین سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ ہمارا فرض تو یہ تھا کہ دین میں داخل ہونے والوں کے لئے اپنے دل کے دروازے کھول دیتے۔ ہم خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ہندتوا کے علمبردار، تو جھوٹی رواداری وغمخواری کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور دلتوں اور پست کردہ برادریوں کو ہندو دھرم اور ہندو سماج میں پوری طرح ضم کرنے کا جتن کر رہے ہیں اور ہم ہیں کہ سارے مواقع اور امکانات کھوتے جا رہے ہیں۔ ذات پات، اونچ نیچ اور کافرانہ رسوم ورواج کے بندھن میں جکڑے چلے جا رہے ہیں اور ایسے پر آشوب زمانے میں بھی اسی قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہم یہ حماقتیں کب تک کرتے رہیں گے اور اسلام کی رسوائی کا سبب بنتے رہیں گے۔

خواجہ حمید الدین اس وقت اپنے کو کم مجرم نہیں سمجھ رہے تھے۔ دیر تک ان کے دل میں عجیب عجیب خیالات گردش کرتے رہے اور ان کو جھنجھوڑتے رہے۔

اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے

کچھمن پور کی مسجد کی خوبصورت عمارت فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے جس کو ایک خداترس خاتون ذکیہ بی بی نے زر کثیر صرف کر کے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی وادیوں اور

محراب ودر پر جو مینا کاری کی گئی ہے اور نقش ونگار بنائے گئے ہیں سوا سو سال کی طویل مدت گزرنے کے بعد بھی اس کی آب وتاب اسی طرح باقی ہے، لوگ دور دور سے اس کی زیارت کو آتے ہیں، اس کے احاطہ میں مدرسہ کی شاندار عمارت بھی بنی ہوئی ہے، اس عمارت میں کیمپ میں آنکھ کھلوانے والوں کو لٹایا گیا ہے۔

انہیں مریضوں میں زکیہ ثانی بھی ہے جس کے دل کی آنکھیں تو کبھی کی روشن ہو چکی تھیں آج سر کی آنکھیں بھی پرنور ہو گئیں مگر خواجہ حمید الدین کا دل یہ سوچ سوچ کر ڈوبتا چلا جا رہا ہے کہ اللہ کی ایک بندی ہماری کوتاہیوں اور بداعمالیوں کے نتیجہ میں دوبارہ کفر کے ماحول میں جا چکی ہے اور اس کا جگر گوشہ ایمان کے چشمہ شیریں تک پہنچتے پہنچتے رہ گیا اور ہماری جھوٹی انا، ہمارا پندار اور ہمارا اول درجہ کا مسلمان ہونے کا ادعا (جھوٹا دعویٰ) قبول حق کی راہ میں دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ ہمیں معاف کرے، ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

اب کیا ضمانت ہے

کچھ دیر بعد خواجہ حمید الدین تھکے قدموں سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے پھر لوٹ کر لگائے ہوئے کیمپ میں جس میں شہر کے لوگوں کو انہوں نے خود مدعو کیا تھا اور پوری دلچسپی لی تھی، مالی اعانت بھی کی تھی مگر اس سانحہ کے بعد ان کی ہمت نہیں پڑی کہ دوبارہ قدم رکھتے۔ ان کا دل ٹوٹ چکا تھا، ہمت جواب دے گئی تھی، سارے جتن کر کے بھی وہ شاید زکیہ کا ایمان بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ ان کا یہ احساس تھا، ظاہر ہے وہ کس سے پوچھنے جاتے کہ ذکیہ کا ایمان کس مرحلہ میں ہے، اب جبکہ وہ تھک ہار کر دوبارہ اسی گھر میں پہنچ گئی جس کو محض ایمان کی خاطر چھوڑا تھا تو اب کیا ضمانت ہے کہ اس کے ایمان کی دولت محفوظ ہوگی۔ وہ اندر ہی اندر گھل رہے

تھے اور پیچ وتاب کھا رہے تھے، کبھی خود کو مجرم گردانتے کبھی مسلمانوں کی غیر اسلامی روش اور غیر صالح فکر کو ساری خرابیوں کی جڑ قرار دیتے۔

ہم خدا پرستی کے بجائے نسل پرستی میں مبتلا ہیں

حسب معمول آج بھی شام کی مجلس آراستہ ہو چکی ہے، خواجہ حمید الدین صدر مقام پر بیٹھے ہوئے ہیں اور شرکائے مجلس حسب معمول اپنی اپنی نشستوں پر براجمان ہیں، چائے کا دور چل رہا ہے، لوگ خواجہ حمید الدین سے آنکھوں کے کیمپ کے بارے میں سوالات کر رہے ہیں، ان کے اس کام کی تعریفیں بھی کر رہے ہیں مگر وہ ایک دم خاموش ہیں، جیسے ان کے اندر بولنے کی سکت ہی نہ ہو، کچھ دیر کے بعد گویا ہوئے۔

زکیہ نے کسی کے بہکاوے میں آ کر گھر سے باہر قدم نہیں نکالا تھا، وہ کسی کے عشق میں مبتلا نہیں تھی اس کی عمران مرحلوں سے آگے جا چکی تھی، پہلے تو اس نے اپنے ہی گھر میں رہ کر اپنے ایمان کی شمع جلائے رکھنے کی کوشش کی تھی مگر حالات ناموافق دیکھ کر وہ نکل پڑی مگر ہماری بے حسی وبزدلی نے یہ دن دکھائے کہ ایمان قبول کرنے والی ایک خاتون ہمارے معاشرے میں عزت وحفاظت کا مقام حاصل نہ کر سکی۔ ہماری جھوٹی انا آڑے آ گئی۔ قاضی اسد رضا اگر مجرم ہیں تو حاجی ذکاء اللہ بھی خطا کار ہیں اور حکیم ذوالفقار بھی کم قصوروار نہیں ہیں، ہم سب کے سب خدا کے یہاں پکڑے جائیں گے۔ کس منہ سے ہم کہتے ہیں کہ ہم اصلی مسلمان ہیں، فی الاصل ہم نسلی مسلمان ہیں۔ خدا پرستی کے بجائے نسل پرستی میں مبتلا ہیں۔ بے جا فخر، جھوٹی شان وشوکت، دکھاوا اور گھمنڈ ہماری پہچان بن گیا ہے۔ ہے کوئی جوانا نیت کی اس دیوار کو گرا دے اور بندگان خدا کو خدا سے ملا دے؟ اسلام نے بلاشبہ عورتوں کو سارے حقوق دے ڈالے ہیں، نکاح ہو یا وراثت یا زندگی کے دوسرے شعبے ہر شعبہ میں اور ہر مقام

پر دین اسلام نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کا اہتمام کر دیا ہے، نکاح بیوگان کو رواج دیا ہے مگر ہم نہ وراثت میں ان کے حقوق تسلیم کر رہے ہیں نہ دوسرے شعبوں میں ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں پھر بھی دعوائے مسلمانی کئے جا رہے ہیں۔

میری ماؤں بہنو! ایسے حالات اور واقعات ہمارے معاشرے میں آئے دن پیش آتے رہتے ہیں لیکن ہماری عقلوں پر پردے پڑ گئے ہیں اور ہماری ایمانی قوت اتنی سرد ہوگئی ہے کہ ہمیں احساس بھی نہیں کہ ہم سے کیسے بڑے بڑے جرم ہو جاتے ہیں۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے۔

ہم سب کو تو اس بات کا عہد کرنا چاہئے کہ زندگی میں اگر ایسے حالات آجاتے ہیں اور نومسلم حضرات کا ہم سے واسطہ پڑ جائے تو ہم دل وجان سے ان کی خدمت کریں گے اور کسی بھی قسم کی کاہلی یا لاپرواہی نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو جان ومال سے اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

عورت کی زیب وزینت

اسلام کی نظر میں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ آبَائِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَائِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

”اور اپنے مقام زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے سامنے یا اپنے باپ کے سامنے یا اپنے خاوند کے باپ یا اپنے خاوند کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں کے سامنے یا اپنے مملوک یا کاروبار کرنے والے جو مرد کی کچھ غرض نہیں رکھتے یا لڑکوں کے سامنے جنھوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے بھید کو۔“

معزز خواتین اسلام بزرگ ماؤں اور پیاری بہنو! آج کل ہمارے مسلم معاشرے میں بڑی ہی برائیاں در آئی ہیں جس کا واحد سبب اسلامی احکامات پر عمل پیرا نہ ہونا ہے مغربی تعلیم اور اس کے افکار ونظریات نے طرح طرح کی برائیاں جنم دی ہیں مخلوط تعلیم اور اس کے مضر اثرات آج ہمارے سامنے ہیں اسلام نے عورت کو گھر کی زینت قرار دیا جب تک عورت گھر کی چہار دیواری کے اندر رہتی ہے اس وقت وہ شیطان کے مکر وفریب سے محفوظ و معصوم رہتی ہے لیکن جب چہار دیواری کے باہر قدم رکھا تو یہیں سے فتنے رونما ہوئے یوں ہی اگر سادے لباس میں نکلیں تو شاید لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف نہ اٹھیں مگر ایسا بھڑکیلا اور نظروں کو اپنی طرف مائل کرنے والا لباس زیب تن کر کے چلتی ہیں کہ شیطان کو بھی لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرنے کا خوب موقع ملتا ہے یقیناً انسانی ضرریات ہیں اور بسا اوقات عورت کا باہر سامان خریدنے یا دیگر کام کاج کے لئے جانا ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے تو اس کے لئے معمولی اور سادے لباس میں نکلیں اللہ تعالیٰ نے لباس اتارا ہے ستر پوشی کے لئے۔

لباس کا مقصد ستر پوشی اور زینت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ الاعراف میں فرمایا: يٰبَنِيٓ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشاً. وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذَالِكَ خَيْرٌ.

ذَالِكَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ”اے آدم کی اولاد! سچ ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر لباس اتارا ہے جس سے تمہاری ستر پوشی ہوتی ہے اور اس میں تمہارے لئے زینت وآرائش کا سامان بھی ہے، البتہ سب سے بہتر لباس تقویٰ کا لباس ہے اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ امید ہے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں گے“۔ (آیت/۲۶)

گویا اسلام میں لباس کا اولین مقصد یہ قرار پایا کہ لباس سے جسم کے ان حصوں کو چھپایا جائے جن کی بے پردگی سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ لباس کے تعلق سے اسلام چند شرائط عائد کرتا ہے جس کی پہلی شرط یہ ہے کہ مرد ناف سے گھٹنوں تک اور عورتیں چہرہ، ہاتھ اور پیر کے سوا پورا جسم چھپائے رکھیں اور دوسری شرط یہ کہ مرد ریشمی لباس نہ پہنیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ صلیب یا تصویر وغیرہ جو غیر اسلامی شعار ہے اس کو استعمال نہ کریں۔ لباس ایسا بھی نہ ہو کہ اس سے فخر وغرور اور عیش پسندی ظاہر ہو اور نہ لباس سے اپنی دولت کا اظہار مقصود ہو۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے: ”اے اولادِ آدم! تم کو شیطان بہکا نہ دے جس طرح کہ اس نے تمہارے ماں باپ (حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام) کو بہکا کر جنت سے نکلوا دیا، ان سے ان کے کپڑے کو اتروائے جس کے نتیجے میں ان کے اعضائے جسمانی ان کے سامنے کھل گئے۔ بلاشبہ وہ شیطان اور اس کے کارندے تم کو جس طرح دیکھتے ہیں تم انہیں اس طرح نہیں دیکھتے ہو۔ بلاشبہ ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا دوست بنا رکھا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ہیں“۔

شیطان جو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی کل اولاد کا دشمن ہے وہ اور اس کے دوستوں (وہ انسان جو اس کی پیروی کرتے ہیں) کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ بے حیائی اور برہنگی عام ہو، اس لئے ایسے کپڑے اور ایسے ڈیزائن تیار کئے جاتے ہیں جن سے ستر پوشی کے بجائے جنسی کشش میں اضافہ ہو اور اس معاملے میں ہر قوم کی

عورتیں چاہے وہ امریکہ وبرطانیہ کی ہوں یا عربستان وہندوستان کی مردوں سے دوقدم آگے ہی نظر آتی ہیں۔

اب تو معاملہ ہی الٹا ہو گیا

یہ کھلا ہوا اور بدیہی امر ہے اور لوگوں کے مشاہدے میں ہے کہ عورتوں سے زیادہ تو مرد ہی پردہ کرتا ہے مرد کے لئے از روئے شرع پیٹ اور پیٹھ ڈھانکنا فرض نہیں لیکن آپ مردوں کو نہیں دیکھیں گی کہ گھٹنے سے نیچے اور ناف سے اوپر تک کا بدن کھول کر چلیں مرد تو ٹخنوں کو چھپا کر بھی چلتا ہے دونوں قدم دونوں ہتھیلی اور چہرے کے علاوہ اکثر مردوں کو آپ دیکھیں گی کہ جسم کا اور حصہ نہیں کھولتے مگر افسوس ہے کہ شریعت نے عورتوں کیلئے جن اعضاء کو پوشیدہ رکھنے کا حکم فرمایا تھا عورتوں نے اس کو ظاہر کر دیا آج نتیجہ ہمارے سامنے ہے جتنے بھی بے حیائی کے اڈے اور برائیوں کے سرچشمے ہیں وہاں عورتوں کا رہنا انتہائی ناگزیر اور ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ زیادہ برائیاں وجود میں آئیں عریانیت نے آج پورے معاشرے کو تباہ وبرباد کر رکھا ہے اسلامی لباس کو ایک قید اور جال سمجھا جاتا ہے پورے بدن کو کھول کر بازاروں میں پھرنا ایک فیشن بن چکا ہے نہ اللہ کا خوف نہ رسول کا ڈر۔

خدارا مغرب کی تقلید سے بچیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’بہت سی عورتیں لباس پہن کر بھی بے لباس ہوتی ہیں یہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہ نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔ جب کی اس کی خوشبو بہت دور سے محسوس کی جائے گی‘‘۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر ان کے پاس آئیں وہ باریک اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھیں حضرت عائشہؓ نے اس کو اتار کر پھاڑ دیا اور موٹے کپڑے کی اوڑھنی اوڑھا دی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت عطر لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزرے تا کہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ زانیہ ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ عمدہ لباس کی استطاعت کے باوجود تواضع خاکساری کی وجہ سے اس کو استعمال نہ کرے اور سادہ معمولی لباس ہی پہنے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا بھی پسند کرے اس کو زیب تن کرے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو غیر مسلموں کا طور طریقہ اختیار کر لیتے ہیں ان کے تعلق سے اللہ کے رسول ﷺ نے یہ اعلان فرما دیا تھا کہ جو مسلمان غیر مسلموں کا طور طریقہ اختیار کر لیتے ہیں میں ان سے بری ہوں۔

آج مغرب جو ہماری قوم ونسل میں آئیڈیل کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ نوجوان لڑکیاں ہر وہ چیز اختیار کرنا چاہتی ہیں جس کا چلن مغرب میں ہو رہا ہے یا اہل مغرب جس کے دلدادہ ہیں تو یقیناً وہ نبی کریم ﷺ کی اسی حدیث کے زمرے میں آتے ہیں۔ لہٰذا ان کو چاہئے کہ عقل سے کام لیں اور اندھی تقلید کر کے خدا اور رسول سے دشمنی نہ کریں۔ (معاذ اللہ من ذالک)

مجھ سے پہلے کوئی پہن نہ لے

بڑے فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ چیز امریکہ سے بن کر آئی ہوئی ہے مغرب نے جس چیز کو ایجاد کر لیا اور اس کو اختیار کر لیا ہماری نوجوان بچیاں حرف بحرف اس کو

اپنا لیتی ہیں ایک نیا فیشن ہونا چاہئے لباس میں کھانے پینے میں وضع قطع میں یہ تک نہیں سوچا جاتا کہ آخر اسلامی نقطۂ نظر سے یہ صحیح بھی ہے کہ نہیں ایک عورت کوئی نیا جوڑا لے کر بہت تیزی سے چل رہی تھی کسی نے اس سے کہا کہ اتنی کیا جلدی ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ نیا فیشن ہے میں نہیں چاہتی کہ مجھ سے پہلے کوئی اس جوڑے کو پہن لے اس لئے بہت تیزی کے ساتھ گھر جا رہی ہوں الغرض مغرب کی تقلید و پیروی ہر ہر چیز میں ضروری سمجھی جا رہی ہے لباس ہو تو مغرب کے طرز پر زیور ہو تو مغرب کے طرز پر کیا اسلام نے لباس اور زیور کے استعمال کرنے کی ممانعت کی ہے؟

اسلام نے زیورات کے استعمال کی اجازت دی ہے

اسلام میں لباس کے ساتھ زیورات پہننے کی بھی اجازت ہے۔قرآن حکیم کی سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اے نبی ﷺ! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنی کے آنچل ڈالے رہیں اور اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ پائلوں کی جھنکار سے ان کی چھپی ہوئی زینت کا دوسروں کو پتہ لگ جائے۔

مذکورہ آیت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ خواتین کے لیے زیورات کا استعمال جائز ہے۔البتہ مردوں کے لئے زیورات کا استعمال غیر مباح ہے لیکن جو لوگ زیورات کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کے تعلق سے سورہ توبہ میں فرماتا ہے۔ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اس دن لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں کو داغا جائے گا، کہا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع

کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا، اے فاطمہ! کیا تم لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بیٹی گلے میں آگ کا طوق ڈالے ہوئے ہے۔یہ سُن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت وہ ہار اُتار دیا۔اور اس کو بیچ کر اس پیسے سے غلام خرید کر آزاد کر دیا۔

یہ لعنت آج عام ہوتی جا رہی ہے

اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور اسلامی تہذیب سے دوری کے نتیجے میں زیورات کو لباس کی لازمی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔یہاں تک کہ بعض خواتین جن کے پاس زیورات نہیں ہیں کسی تقریب یا پروگرام میں حصہ لینا پسند نہیں کرتیں۔ زیورات سے محروم چند خواتین دوسروں سے زیورات عاریتاً حاصل کرتی ہیں اور انہیں پہن کر ہی کسی تقریب میں شریک ہوتی ہیں اور بعض خواتین بن سنور کر محفل میں آتی ہیں اور اپنے زیورات کا اظہار کرنا پسند کرتی ہیں۔بعض عورتیں اپنے مردوں کے ذرائع آمدنی کی پرواہ نہیں کرتیں اور ان سے اپنی خواہش کی خاطر یا دوسری عورتوں پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے زیورات کی مانگ کرتی ہیں۔مرد اپنی عورتوں کو خوش کرنے کے لئے یا ان کے ظلم سے تنگ آ کر انہیں زیورات مہیا کرتے ہیں جس کی خاطر کوئی قرض دار ہو جاتا ہے تو کوئی آمدنی کے حرام ذرائع بھی اختیار کر لیتا ہے اور یہ لعنت اس طرح عام ہو رہی ہے کہ کتنی ہی لڑکیاں محض زیورات کے نہ ہونے سے بن بیاہی بیٹھی عمر گزارنے پر مجبور ہیں۔بعض بلکہ اکثر عورتیں اپنا جائز حق زیورات مانگنے میں پیچھے رہنا پسند نہیں کرتیں مگر اللہ کے بندوں کا حق زکوٰۃ دینے کے معاملے میں نہ صرف پیچھے رہتی ہیں بلکہ توجہ ہی نہیں کرتی ہیں۔

زیب وزینت صرف شوہر کے لئے

اسلام نے عورتوں کو بن سنور کر رہنے سے منع نہیں کیا ہے اس کو اپنے بناؤ سنگار کے لئے مکمل اختیار دیا ہے لیکن یہ بناؤ سنگار اپنے شوہر کے لئے ہو اپنے شوہر کے سامنے اچھا سے اچھا کپڑا پہنو اپنی حیثیت کے مطابق جتنے چاہو زیورات استعمال کرو لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ بیچارے شوہر کے سامنے میلے اور گندے کپڑوں میں رہیں گی اور ایسا لگے گا کہ جیسے کوئی گھر کی نوکرانی اور خادمہ ہیں لیکن جیسے ہی وہ گھر کے باہر سڑکوں اور بازاروں میں جائیں گی یا کسی پروگرام میں شادی وغیرہ میں شریک ہوں گی تو بن سنور کر عمدہ اور اچھے لباس زیب تن کر کے جائیں گی حتی کہ اگر نئے جوڑے نہ ہوں تو شوہر کو مجبور کریں گی کہ فلاں کی شادی میں جانا ہے نئے جوڑے کا انتظام کر دیں اس کے لئے نہ شوہر کی غربت کا خیال کیا جاتا ہے نہ اس کی پریشانیوں کا اور اسی پر بس نہیں بلکہ عورتوں کے مجمع میں جب بیٹھیں گی تو وہاں اپنے زیورات کی نمائش بھی کریں گی اور اگر کسی دوسری عورت کا زیور اور کپڑا اچھا نظر آیا تو بعد میں آ کر شوہر سے جوڑے اور زیور کی فرمائش کرنے لگتی ہیں اب بیچارے شوہر کو بادل ناخواستہ ان سب چیزوں کا انتظام کرنا پڑتا ہے چاہے جس طرح ہو خدارا اپنے شوہروں کا خیال کرو اور زیب وزینت بناؤ سنگار میں مت پڑو۔ اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

بہو
ساس کا دل کیسے جیتے؟

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی، صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

عزت مآب میری ماؤں اور بہنو! قرآن کریم کی یہ بہت اہم آیت کا ایک ٹکڑا ہے جو خطباء حضرات جمعہ کو عربی خطبہ میں عموماً پڑھا کرتے ہیں۔

درحقیقت یہ بہت ہی جامع اور کامل آیت ہے اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں تین چیزوں کا حکم فرما رہے ہیں ایک تو انصاف کرنے کا دوسرا احسن سلوک کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اس آیت کریمہ کی تفسیر میں نہ جاتے ہوئے مجھے صرف یہ بات عرض کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے قرآن کریم میں

کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بھی تاکیدی حکم بھی دیا ہے۔ ”وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى“. اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو،

پھر رشتے مختلف درجہ کے ہوتے ہیں تو اسی اعتبار سے ان کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کیا جائے گا جو آپ کے زیادہ قریبی رشتے دار ہیں ان کا زیادہ خیال کریں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ لوگوں کو ان کے مرتبے پر اتارو یعنی جس درجہ اور مرتبے لوگ ہیں اسی حساب سے ان کا اعزاز واکرام کرو اس وقت مجھے آپ کے سامنے بہو ساس کے تعلق سے کچھ باتیں عرض کرنی ہے ساس اور بہو کا رشتہ بھی بڑا گہرا اور مضبوط ہوتا ہے کیوں کہ ساس بہو کے حق میں ماں کا درجہ رکھتی ہے اور بہو ساس کے حق میں بیٹی کا درجہ رکھتی ہے اس لئے ساس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میں اپنی بیٹی کو کس طرح مانتی اور چاہتی ہوں اور مجھے اپنی بیٹی سے کس درجہ محبت ہے اسی طرح مجھے اپنی بہو کے ساتھ بھی پیش آنا چاہئے اور بہو کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ میں اپنی ماں کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرتی ہوں اس کا کس درجہ ادب واحترام کرتی ہوں اور کتنی اس کی خدمت کرتی ہوں اسی طرح ساس کے ساتھ بھی پیش آئے تو ساس بہو کا جھگڑا جو آئے دن پیش آتا رہتا ہے سب ختم ہو جائے گا۔

بہو ساس کے دل میں جگہ کیسے پائے؟

ایک عورت اپنی ساس کا دل جیت سکتی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ دل میں پختہ ارادہ ہو، اس کو انجام دینے کا عزم ہو اور شیطان کی چالوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ جو آدمی دروازے کو

مسلسل کھٹکھٹاتا ہے، وہ ضرور اس کے لئے کھل جائے گا۔ ایک میٹھا بول، دل میں جادو کی طرح اثر کرتا ہے، خصوصاً جب وہ مسکراتے اور ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ ہو۔ یہ بول دل کے بند دریچے کھول دیتا ہے اور دشمنی کو دوستی، بلکہ محبت میں بدل ڈالتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ساس بہو کے تعلقات کبھی عداوت کی حد تک جا سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے ان کے درمیان تعلقات میں وہ گرم جوشی نہیں رہتی جو پہلے کبھی ہوتی تھی۔

وہ میٹھا بول جس کو ایک بہو اپنی ساس کے سامنے یا داماد اپنی ساس کے سامنے بولتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ایک میٹھی بات کہنا صدقہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ”بھلائی کو معمولی نہ سمجھو، خواہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا ہی کیوں نہ ہو“۔ اس لئے جو بیوی یا شوہر ان تعلیمات سے غفلت برتتے ہیں وہ اپنے آپ کو اس اجر عظیم اور ثواب سے محروم کر دیتے ہیں۔

ساس خوش تو اس کا بیٹا یعنی شوہر بھی خوش

بعض عورتیں اس میں بڑی مہارت رکھتی ہیں کہ ساس کے لئے کونسے الفاظ سب سے زیادہ تکلیف دہ ہیں، اور ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنی ساس کے ساتھ ترش روئی کے ساتھ آنکھوں سے چنگاریاں جھاڑتی ہوئی ملیں۔ ان کو اس رویے کے لئے وجۂ جواز بھی مل جاتی ہے کہ ”ساس کا میرے ساتھ یہی طرز عمل ہے۔ اس لئے میں بھی اس کے ساتھ اسی طرح پیش آتی ہوں“۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ کبھی کبھی حقیقتاً ایسا ہی ہوتا ہے لیکن ہمارے لئے قابل غور بات یہ ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات اسی طرز عمل کا تقاضا کرتی ہیں اور کیا نفس کے ساتھ جہاد اسی کا نام ہے؟ کیوں نہ آپ

اپنی ساس کے سامنے بھلائی سے پیش آئیں۔اگر آپ ایک دومرتبہ بھی ایسا کریں گی تو ان شاءاللہ اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک پر بہت زیادہ زور دیتا ہے، اور رشتہ دار اس حسن سلوک کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے سسرال والوں سے محبت واحترام سے پیش آتے تھے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلا نے ایک دن رسول ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی۔آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آگئیں اور خوشی خوشی ان کو اجازت دیتے ہوئے فرمایا:''ہاں، ہاں! خولید کی بیٹی آجاؤ!'' کیا بہو کو ساس کے ساتھ اس طرح کا حسن سلوک نہیں کرنا چاہئے؟ خاص طور پر جب وہ بیٹے کے دل میں سب سے زیادہ مقام رکھتی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ساس کے ساتھ محبت اس کے بیٹے کی محبت کا تسلسل ثابت ہوجائے۔اگر ساس خوش ہوگی تو اس کا بیٹا بھی خوش رہے گا۔اپنے شوہر کو ہرگز اس بات پر مجبور نہ کریں کہ کسی معاملہ میں وہ آپ یا اپنی ماں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر کسی رائے پر عمل کرے اس طرح کا طرز عمل خاندان کے لئے تباہ کن ہے۔اس لئے کہ ماں، ماں ہے اور بیوی بیوی۔ان دونوں کے درمیان کسی پر کسی کو ترجیح دینا، خواہ جس طرح بھی ہو، دلوں میں کدورت پیدا کرتا ہے۔اس سے ساس اور بہو کے درمیان سرد جنگ شروع ہوجاتی ہے۔ایسے میں اگر بیٹا ماں کو ترجیح دے تو کوئی بھی اسے ملامت نہ کرے گا۔اس لئے کہ ماں کا احترام بہرحال مقدم ہے تاوقتیکہ وہ خدا کی نافرمانی کے لئے کہے۔

ساس کا درجہ ماں کے برابر

اگر بہو اپنی ساس کو ماں کا درجہ دے دے اور اس کے ساتھ اسی طرح پیش آئے جس طرح اپنی ماں کے ساتھ پیش آتی ہے تو ساس بہو کے بہت سارے مسائل

خود بخود حل ہوجائیں گے۔ ہر بہو کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ساس کا احترام درحقیقت شوہر کا احترام ہے، جس کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خالہ کو بھی ماں کے برابر قرار دیا ہے کیونکہ وہ اپنے بھانجوں کے ساتھ اسی طرح شفقت ومحبت سے پیش آتی ہے، جس طرح اپنے بچوں کے ساتھ پیش آتی ہے۔ جب آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ خالہ کا درجہ ماں کے برابر ہے تو پھر کیوں نہ ساس کو بھی ماں کا درجہ دیا جائے؟ بہو اپنی ساس کے قریب ہوسکتی ہے اگر اس کا طرز عمل یہ ہو کہ جب اس کو پکارے تو اسی طرح پکارے، جس طرح اپنی ماں کو پکارتی ہے۔بعض عورتیں اپنی ساس کو اس طرح پکارتی ہیں جیسے وہ کسی اجنبی عورت کو پکار رہی ہیں جس کے ساتھ اس کا کوئی رشتہ اور محبت کا کوئی تعلق نہ ہو۔اس انداز سے پکارنا اس بات کی علامت ہوتا ہے بہو کے دل میں ساس کے لئے کوئی محبت نہیں۔

خوش اخلاقی سے ساس کا دل جیتو

اور اگر بہو کے دل میں ساس کی کسی درجہ محبت ہوگی تو بھی خوش اخلاقی سے پیش نہ آنیکی وجہ سے نفرت ہی پیدا ہوگی اور اگر بہو ساس کو اچھے الفاظ کے ساتھ پکارے گی تو یقیناً ساس کے دل میں بہو کی محبت جاگزیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک دل دیا ہے اگر ساس کی طرف سے تھوڑی بہت تکلیف بھی ہوجائے تو خندہ پیشانی کے ساتھ اسکا جواب دو تو آج نہیں تو کل وہ آپ کے اخلاق کی قدر کریگی اور اسکی نفرت محبت سے متبدل ہوجائیگی اور آگے لڑائی جھگڑے سے مکمل نجات مل جائے گی۔ساس کے ناخوش رہنے کی بڑی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ساس یہ سمجھتی ہے، بہو میرے بیٹے کو مجھ سے جدا کرنا چاہتی ہے تو ظاہر ہے کہ جس ماں نے اپنے بیٹے کو طرح طرح کی مشقتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر کے پالا پوسا ہے اس کا دل جیت سکتی ہو وہ

کیسے برداشت کریگی کہ آج بیٹا جبکہ میری خدمت کے لائق ہوا تو میرے سے جدا اور الگ ہو جائے اس لئے آپ کبھی بھی شوہر سے اسکی ماں کے جدا ہونیکا مطالبہ نہ کریں بلکہ ساس کی خدمت میں اپنی کامیابی اور نجات تصور کریں اور گھر والوں کے ساتھ ہی رہنے کو پسند کریں ہاں اگر شوہر خود ہی الگ ہو رہا ہے تو الگ بات ہے مگر بہو کی طرف سے علیحدگی اور جدائیگی کا مطالبہ نہ ہو کیونکہ اس صورت میں آپس میں دشمنی وعداوت پیدا ہوتی ہے اور پھر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ معاملہ کہاں پر بند ہو گا۔

بہو ساس کو تحفہ پیش کرے

ایک معمولی تحفہ، جس کو بہو خوشی کے مواقع پر اپنی ساس کی خدمت میں پیش کرتی ہے، ساس کے دل کے دریچے کھول دینے کے لئے کافی ہے اور اس کے ذریعے وہ ساس کی محبت حاصل کر لیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: آپس میں تحفوں کا تبادلہ کرو، اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

جب آپ کہیں سفر پر جاتی ہیں اور واپسی پر ساس کے لئے کوئی تحفہ لے کر آتی ہیں تو وہ اس سے اتنی خوش ہوتی ہے گویا کہ آپ نے پوری دنیا اس کو تحفہ میں پیش کر دی ہو۔ تحفے سے اسکو احساس ہوتا ہے کہ آپ اس کا کتنا خیال رکھتی ہیں۔ اس لئے کوشش کریں کہ جب کبھی آپ اپنے لئے کچھ خریدیں تو اپنی ساس کو بھی یاد رکھیں۔ بہو کی طرف سے ایک چھوٹا سا تحفہ، معجزے کا اثر رکھتا ہے، اس لئے کہ تحفے کو اس کی قیمت کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس لحاظ سے دیکھا جاتا ہے کہ تحفہ دینے والے نے ہمیں بھلایا نہیں ہے۔ اس لئے کیا ہی اچھا ہو کہ تحفہ دیتے وقت چند محبت بھرے الفاظ کا بھی اظہار کیا جائے۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہُ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَأَ لَہُ فِیْ اِثْرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ. حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو اور دنیا میں اس کے آثار قدم تا دیر رہیں یعنی اسکی عمر دراز ہو تو وہ اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

خاندانی جھگڑے کی اہم وجہ حقوق کو ادا نہ کرنا ہے

اللہ کی کتاب قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں یہ حقیقت جا بجا بیان فرمائی گئی ہے کہ بعض نیک اعمال کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی برکتوں سے نوازتا ہے اس حدیث میں بھی بتایا گیا کہ صلہ رحمی بھی اہل قرابت کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک وہ مبارک عمل ہے جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں وسعت اور عمر میں زیادتی اور برکت ہوتی ہے صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہل قرابت کی مالی خدمت کرے دوسرا یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ کاموں میں لگائے تو اس کے صلہ میں عمر میں درازگی اور رزق و مال میں وسعت نصیب ہوگی۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ بات سمجھ میں آنیوالی ہے، یہ واقعہ اور عام تجربہ ہے کہ خاندانی جھگڑے اور خانگی الجھنیں جو زیادہ تر حقوق قرابت ادا نہ کرنیکی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جو مرد و عورت کے لئے پریشانی اور اندرونی کڑھن اور گھٹن کا باعث بنتی ہے۔ اور کاروبار اور صحت ہر چیز کو متأثر کرتی ہیں جو اہل خاندان ساس اور خسر کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔

اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں انکی زندگی اور انشراح وطمانیت اور جو خوشدلی کے ساتھ گذاری ہے اور ہر لحاظ سے انکے حال بہتر رہتے ہیں اور فضل خداوندی انکے شامل حال رہتی ہے اسلئے میری آپ تمام بہنوں سے درخوست ہے کہ ساسوں کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کریں اسکا فائدہ ضرور مل کر رہے گا۔

ساس سے ملاقات کے لئے جانا

اگر ساس بہو کا گھر الگ الگ ہو تو ایسی صورت میں کثرت سے ملاقات کے لئے جانا ساس کے دل پر گہرا اثر کرتا ہے اسی طرح داماد کا اپنی ساس کے ہاں آنا جانا بھی اس کو بہت متأثر کرتا ہے۔ اس لئے کہ ملاقات کے لئے جانا، ماں اور اس کے بچوں کے درمیان تعلقات کی بہتری کے لئے ایک مثالی ذیعہ ہے۔ یہ آنا جانا اس کو بچوں کے قرب کا احساس دلاتا ہے اور باہمی محبت کا باعث بنتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ صلہ رحمی کا تقاضا اور باعث اجر بھی ہے۔ اسلام میں تو دوستوں کے یہاں آنے جانے پر بھی زور دیا گیا ہے، پھر ہم اتنی اہم رشتہ داری سے کیسے پہلو تہی برت سکتے ہیں۔

عموماً داماد تو اپنی سسرال میں ساس اور خسر سے ملنے کے لئے بڑے شوق سے جاتے ہیں مگر بہو اپنی ساس سے کم ہی ملنا پسند کرتی ہے اس کی وجہ سے بھی ساس بہو میں کچھ رشاکشی رہتی ہے کیونکہ جب داماد سسرال جاتے ہیں اور بہو ساس سے بکثرت ملاقات نہیں کرتی تو ساس یہی سمجھتی ہے کہ بہو نے میرے بیٹے کو خراب کر دیا اس لئے آپ اپنی ساس سے بکثرت ملاقات کے لئے جایا کریں تاکہ ساس کے دل میں آپ کی قدر ہو اسکی حال خیریت دریافت کریں اگر کوئی خدمت آپ سے ہوسکتی ہو تو اسکو بجالائیں اس معمولی سی خدمت اور خوش اخلاقی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساس آپ کو اپنی بیٹیوں کی طرح بات کریگی اور وہ سمجھے گی کہ بہو کے دل میں میری بڑی قدر ہے جب بھی تو انکا خیال کرتی ہے۔

ساس سے بہو مشورہ بھی لے

اگر بہو یہ بات جان لے کہ خواہ ضرورت محسوس ہو یا نہ ہو اپنی مشکلات اور مسائل میں ساس سے مشورہ اور نصیحت حاصل کرنی چاہئے تو اس کے دل میں ساس پر

اعتماد پیدا ہوگا اور وہ محسوس کرے گی کہ ساس واقعی اس کے لئے ماں کا درجہ رکھتی ہے۔ ساس کے لئے اس سے خوشی کی بات کوئی نہیں ہوتی کہ اس کو یہ احساس دلایا جائے کہ بہو اس کی محتاج ہے اور اس کے تجربات سے مستفید ہونا چاہتی ہے۔

اس سلسلے میں بہترین طرزِ عمل یہ ہے کہ ہر معاملہ میں ساس کے ساتھ مشورہ کیا جائے، اس سے نصیحت حاصل کی جائے، خصوصاً ان امور میں جن کا تعلق شوہر کے ساتھ ہو، کیونکہ اس معاملے میں وہ بہتر جانتی ہے۔ اسی طرح ہر معاملے میں ساس سے مشورہ طلب کریں حتیٰ کہ کھانے پکانے وغیرہ میں موقع محل دیکھ کر اس سے معلوم کریں کہ یہ کام کس طرح انجام دیں اسکا اثر یہ ہوگا کہ اگر آپ سے کوئی خامی رہ جائیگی کوئی غلطی ہوجائیگی تو ساس درگذر بھی کریگی کہ آخر میں نے ہی تو مشورہ دیا تھا اور مشورہ کی اہمیت تو قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور مسلمانوں کا کام آپسی مشورے سے ہوتا ہے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ ﷺ مشورے لیا کرتے تھے اور صحابہ بھی آپس میں مشورے کیا کرتے تھے اسلئے ساس سے مشورہ لینے میں عیب محسوس نہ کریں۔

گھر کا ماحول خوشگوار کیسے بنے؟

بہو کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اگر اس کا اپنے شوہر کے ساتھ تعلق اچھا ہوگا تو اس سے بھی ساس کے دل پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ میاں بیوی کی زندگی جب مستحکم ہوتی ہے تو اس سے ماں کو یہ یقین اور اطمینان ہوجاتا ہے کہ اس کا بیٹا خوشگوار زندگی گزار رہا ہے۔ ساس بہو کے درمیان مسائل کا ایک بنیادی سبب ساس کا اپنے بیٹے کی خوشگوار اور پر سکون زندگی پر عدم اطمینان ہوتا ہے، یا یہ کہ بہو اس کے بیٹے کی خدمت کے لئے وہ کردار ادا نہیں کرسکتی جو شادی سے پہلے خود وہ کیا کرتی رہی ہے۔ وہ سمجھتی

ہے کہ اس صورت حال کی ذمہ دار اس کی بہو ہے۔ اس لئے بہو کو چاہئے کہ اپنی ازدواجی زندگی میں استحکام پیدا کرنے کی کوشش کرے، اس سے بھی ساس کے تعلقات میں بہتری آئے گی۔

شوہر کے حقوق

بہو کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ شوہر کے حقوق کی مکمل رعایت کرے کبھی اس میں کوتاہی نہ کرے حضور نبی اکرم ﷺ نے شوہر کے بڑے حقوق عطا کئے ہیں ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر شوہر بیوی کو یہ کہے کہ اس پہاڑ کے پتھر کو اٹھا کر اس پہاڑ پر لے جائے تو اسکو ایسا ہی کرنا چاہئے، اسی میں اس کے لئے بھلائی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے **اَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلٰى الْمَرْأَةِ زَوْجُهَا وَ اَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلٰى الرَّجُلِ اُمُّهٗ** سب سے زیادہ حق مرد پر اسکی ماں کا ہے اور سب سے زیادہ حق عورت پر اسکے شوہر کا ہے۔ حتی کہ باپ اور ماں کا حق اس عورت پر اتنا نہیں ہے جتنا اسکے شوہر کا اس لئے شوہر کے حقوق کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے اور اس کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا چاہئے، حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک رویت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **اَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ** جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو کہ اسکا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوتی ہے، اسلئے ہر وقت شوہر کی رضامندی کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس کے ساتھ اسکا ادب بھی کرنا چاہئے کیونکہ شوہر کا مرتبہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اگر کسی وقت محبت میں آ کر تمہارا پاؤں دبانے لگے تو ہرگز ایسا نہ کرنے دو یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے والد ایسا کریں تو کیا تم یہ گوارہ کروگی، تو شوہر کا درجہ تو والدین سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ بلکہ آپ ہی ہمیشہ شوہر کی خدمت کریں اسکا پاؤں دبائیں سر دبائیں اس سے شوہر کے دل میں

آپ کی بے پناہ محبت پیدا ہوگی اور آپ کی ہر بات مانے گا اور اشاروں پر چلے گا۔ اور شوہر آپ سے خوش رہیگا تو شوہر کی ماں اور باپ بھی خوش رہیں گے تو آپ کے گھر میں جنت کا ماحول ہوگا اور بڑی ہی خوشگوار زندگی گذرے گی، اللہ سب کو خوشگوار اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے اور شوہروں کی اطاعت وفرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

مسلمان اور غیر مسلمان کی شادی کا فرق

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

نَحْمَدُہُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہِ وَالْکِتَابِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترم خواتین اسلام ! اللہ رب العزت اہل ایمان سے خطاب فرما رہے ہیں کہ اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول پر اور اسکی کتاب پر جو نازل کی اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی اس سے پہلے ایمان لاؤ۔

ہماری زبان میں بھی اس طرح کے جملے استعمال کئے جاتے ہیں کہ انسان بن جاؤ مطلب یہ ہے کہ ایک انسان ہونے کے جو تقاضے ہیں اس پر عمل کرو اسی طرح

سے حقیقی مسلمان اور حقیقی مومن آدمی اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ اللہ و رسول کے ارشادات وفرمودات پر پوری طرح عمل کرے خواہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو چونکہ آج میری تقریر کا عنوان ہے مسلمان اور غیر مسلم کی شادی کا فرق ۔ اور اسی سلسلہ میں جناب ابوسعید صاحب کا سہ روزہ دعوت نئ دھلی میں ایک مضمون اور اسمیں ایک واقعہ شادی کے متعلق شائع ہوا تھا میں اسکو آج آپ کے سامنے من وعن بیان کرر ہا ہوں تا کہ ہمیں بھی اسلام کے مطابق شادی بیاہ کرنے کی توفیق ہو اور غیر مسلم ہماری شادیوں کو دیکھ کر اپنے بچوں کی شادی بھی اسی سادگی کے ساتھ کرنے کی سعی کرسکیں یا کم از کم مسلمان تو اس طریقہ پر شادی کا ارادہ کرلیں۔

یہ لفافہ کہاں سے آ گیا ہے

عین الدین صاحب ہاتھ میں ایک خوبصورت سا لفافہ لئے ہوئے گھر میں داخل ہوتے ہیں اور اپنے کمرہ میں بیٹھ کر لفافہ کھولتے ہیں، لفافہ کے اندر سے کئ خوبصورت کارڈ نکلتے ہیں، ان کارڈوں کو وہ باری باری پڑھتے جا رہے ہیں اور پھر لفافہ میں رکھتے جا رہے ہیں۔ ایک بار دو بار تین بار وہ یہی عمل کرتے ہیں۔ ان کی بیگم کمرہ کے دروازہ پر کھڑی سارا تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ماجرا کیا ہے۔ یہ کیسا لفافہ ہے اور کہاں سے آیا ہے اور عین الدین صاحب کیوں ان کارڈوں کو بار بار نکال کر پڑھتے ہیں اور پھر لفافہ کے اندر رکھ دیتے ہیں۔ یہ معاملہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کمرہ کے اندر داخل ہونے کی ہمت اس لئے نہیں پڑ رہی تھی کہ اس وقت عین الدین صاحب بے حد سنجیدہ اور فکرمند نظر آ رہے تھے، بیگم نے ان کو اس حالت میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ عین الدین صاحب ہنسنے بولنے والے آدمی تھے۔ خوش مزاجی ان کی خو تھی۔ یکا یک انہیں کیا ہو گیا اور یہ لفافہ کہاں سے آ گیا جو ان کی خوشیاں اڑا لے گیا۔

تھوڑی دیر گم صم رہنے کے بعد انہوں نے خود ہی بیگم کو آواز دے کر بلایا۔ بیگم کمرہ میں جیسے ہی داخل ہوئیں عین الدین صاحب نے کراچی سے آیا ہوا لفافہ ان کی طرف بڑھا دیا۔ بیگم نے لفافہ کھول کر دیکھا تو سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔ عین الدین صاحب کے چھوٹے بھائی زین الدین تقسیم ملک کے بعد کراچی منتقل ہو گئے تھے، وہاں جا کر کچھ عرصہ تک تو وہ پریشان وزیر بار رہے اس کے بعد قدرت نے دستگیری کی، انکو ایک بینک میں ملازمت مل گئی پھر وہ بینک کی طرف سے انگلینڈ بھیج دیئے گئے جہاں انہوں نے ترقی کی اور گذشتہ سال ریٹائر ہو کر کراچی آ گئے۔ اب وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی کر رہے ہیں۔ لفافہ کے اندر جو متعدد خوبصورت کارڈ رکھے ہوئے ہیں سب الگ الگ تقریبات کے کارڈ ہیں، مہندی کی رسم کا کارڈ، بیٹے کی برات کا کارڈ، ولیمہ کا کارڈ، بیٹی کے نکاح کا کارڈ، عقیقے اور ختنے کے کارڈ کل ملا کر نصف درجن کارڈ ہیں۔ بیگم اپنے شوہر کے جس عمل پر حیرت زدہ تھیں وہی عمل اب خود بھی کرنے لگی ہیں۔ وہ بھی کارڈوں کو الٹ پلٹ کر دیکھے جا رہی ہیں۔ کارڈ اتنے قیمتی اور خوبصورت ہیں کہ ان کو دیکھے بغیر آدمی رہ ہی نہیں سکتا۔

دولت کا ناجائز استعمال

عین الدین صاحب بیگم کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ ذرا دیکھو تو سہی میاں زین الدین نے کیا غضب ڈھایا ہے۔ اگر انہوں نے دولت زیادہ اکٹھا کر لی ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اس کو پانی میں بہا دیا جائے۔ ان کارڈوں کو دیکھو۔ ایک ایک کارڈ پچاس روپئے سے کم کا نہ ہوگا۔ آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے تو وہ ٹیلفون سے خبر کر دیتے، میں شرکت کے لئے کراچی چلا جاتا۔ میں ان قیمتی کارڈوں کا کیا کروں گا۔ جب کارڈ اتنے قیمتی ہیں تو شادی کتنی قیمتی ہوگی۔ پاکستانی مسلمانوں

سے کوئی نہیں پوچھتا کہ میاں تم کیا کر رہے ہو، تمہارے خاندان اور پڑوس میں کتنی بیٹیاں بن بیاہی بیٹھی ہوں گی، ان کی شادیاں کیسے ہوں گی۔ تمہارے پاس دولت کا انبار ہے تو تم جو چاہو کر لو، گل چھرے اڑا لو، غریبوں کا کیا ہوگا۔ ان کی عزت کیسے بچے گی۔ بیگم ہمارا تو اندازہ یہ ہے کہ میاں زین الدین جس معیار کی شادی کرنے جا رہے ہیں اس پر پندرہ بیس لاکھ سے کیا کم خرچ آئے گا۔

شادی تجارت بن گئی ہے

جب عین الدین صاحب اپنا دکھ بیان کر چکے تو بیگم بولیں۔ آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ آپ کے ملک میں کیا کم خرچیلی شادیاں ہو رہی ہیں۔ یہاں بھی تو وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو وہاں ہو رہا ہے۔ مہندی کی رسم کیا ہمارے یہاں پاکستان سے درآمد نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے دیکھا ہی کیا ہے۔ پاکستان میں لڑکے والے تلک کی رقم لیتے ہیں یا نہیں ہمیں تو نہیں معلوم مگر ہمارے ملک میں تو اب مسلمان عام طور سے لڑکی والوں سے رقمیں وصول کرنے لگے ہیں۔ بھلے ہی اس کو تلک نہ کہیں مگر رقمیں تو لیجاتی ہیں۔ جہیز کا تو پوچھنا ہی نہیں ہے۔ فی الاصل موجودہ زمانہ میں شادی تجارت بن گئی ہے۔ اس تجارت میں فائدہ لڑکے والے اٹھاتے ہیں اور لڑکی والے قلاش اور دیوالیہ ہو جاتے ہیں۔ آپ ٹھہرے گوشہ گیر اور کم آمیز آدمی، میں تو مختلف تقریبات میں شریک ہوئی ہوں اور سارے تماشے اور چونچلے جو شادی بیاہ کے موقع پر ہوتے ہیں دیکھتی ہوں اور کڑھتی ہوں۔ اگر اللہ نے کسی کو وسعت دی ہے تو وہ اپنی بیٹی کو آرام و آسائش کی جو چیزیں چاہے دے مگر فضول خرچی اور تماشے تو نہ کرے اور اس کا لحاظ رکھے کہ اس کے بھائی بندوں کے لئے مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔ دولت مند کفایت شعاری اختیار کریں اور غریب حیثیت سے زیادہ خرچ کرنے سے باز آ جائیں تو کیا بات ہے۔

اعتدال وتوازن ضروری ہے مگر افسوس کہ مسلمان دوسروں کی نقالی میں مارا جارہا ہے۔ نکاح سے پہلے منگنی کی رسم ہوئی ہے اور اس پر اتنی رقم خرچ کر دی جاتی ہے کہ اس کے اندر آسانی سے شادی کی جاسکتی ہے مگر ایک سال ڈیڑھ سال اور دو سال قبل منگنی کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ اتنے عرصہ میں لڑکی والے ہمارے مطالبات کے مطابق سامان جہیز اکٹھا کرلیں اور پھر لڑکے والے برات کے نام پر ایک جلوس لے کر لڑکی کے گھر پہنچیں اور مالِ غنیمت لوٹ کرلائیں اور اپنا گھر بھرلیں۔

آپ بیٹی کی شادی کیسے کریں گے

میں تو انشاء اللہ آصف کی شادی کسی غریب گھر میں کروں گا اور ایک پیسہ کا سامان نہیں لوں گا، برات میں صرف پانچ لوگ جائیں گے اور صرف چائے پی کر چلے آئیں گے۔ عین الدین صاحب نے کہا۔

اور اپنی بیٹی کو آپ کیسے بیاہیں گے؟ بیگم عین الدین نے سوال کی۔

عین الدین صاحب: ہم کسی ایسے گھرانے میں اس کی شادی کریں گے جو لالچی نہ ہو، کھاتا پیتا گھرانہ ہو۔ جہاں تک لینے دینے کا سوال ہے تو ہم اپنی بیٹی کو ضرورت کی چیزیں دیں گے مگر سوال کرنے والوں کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔

عین الدین صاحب اور ان کی اہلیہ قدسیہ بیگم مستقبل کے نقشے ترتیب دے رہی تھیں کہ دروازے کے باہر کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی۔ قدسیہ بیگم دروازے پر پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ عین الدین صاحب کی بہن سواری سے اتر کر اندر داخل ہورہی ہیں ان کے ساتھ ان کے شوہر بھی اور واصف وزرینہ بھی ہیں۔ اس طرح اچانک ان لوگوں کے آنے سے جہاں عین الدیں صاحب کو خوشی تھی وہیں حیرت و تشویش بھی تھی۔ کیا افتاد پیش آئی کہ یہ لوگ بلا اطلاع کئے آگئے۔

عین الدین صاحب کے والدین نے بیٹی کی شادی شہر کے قریب ایک گاؤں میں کی تھی۔ یہ گھرانہ کاشتکاری کرتا تھا۔ ان کے والد نے دولت مند گھرانے کی تلاش نہیں کی، کھاتا پیتا گھرانہ دیکھ کر رشتہ منظور کرلیا۔ ان کی بہن اپنے گھر میں خوش تھیں، بیٹے واصف کو انہوں نے اعلیٰ تعلیم دلوائی اور چند ہی دن پہلے گورنمنٹ کالج میں پرنسپل کے عہدہ پر اس کا تقرر بھی ہوگیا۔ اس خوشی کے موقع پر چھوٹی بہن بڑے بھائی کے گھر شیرینی لے کر آئی تھی۔ عین الدیں صاحب واصف کے برسر روزگار ہونے کی خبر سن کی بیحد خوش ہوئے تھے اور بہن کو بار بار مبارکباد دے رہے تھے۔

یہ مثالی رشتہ ہے

رات کے کھانے پر جب بہن بھائی اور نند اور بھاوج اکٹھا ہوئے تو بہن نے بھائی سے کہا بھائی جان۔ میں چاہتی ہوں کہ واصف کا نکاح کر دوں۔ عین الدین صاحب نے تائید کی اور پوچھ بیٹھے۔ کہیں رشتہ بھی طے کیا ہے؟ بہن بولی۔ رشتہ تو گھر میں موجود ہے، بھائی کی بیٹی پر کیا میرا حق نہیں ہے؟ نفیسہ مجھے بہت پسند ہے۔ آپ لوگ بھی راضی ہوں تو یہ رشتہ طے کر دیا جائے مگر میری ایک تجویز اور ہے، وہ یہ کہ آصف کا زرینہ سے نکاح کر دیا جائے۔

عین الدین صاحب نے بیوی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا، زبان سے کچھ نہیں بولے مگر بیوی نے ان کا عندیہ سمجھ لیا، جیسے ہی بہن نے رشتوں کی پیشکش کی عین الدین صاحب نے پسندیدگی ظاہر کر دی، قدسیہ بیگم نے بھی حامی بھری۔ بہن کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس کو اپنے بھائی پر بڑا ناز تھا۔ دسترخوان پر بیٹھے بیٹھے دونوں رشتے طے پاگئے، عین الدین صاحب نے اسی وقت بازار سے مٹھائی منگوائی اور بہن کا منہ میٹھا کیا۔ عین الدین صاحب اور قدسیہ بیگم اگر خوش تھیں تو زرینہ اور ان کے شوہر رشید ظفر

صاحب بھی مسرور تھے۔ نہ ڈھولک بجی نہ گیت گائے گئے نہ منگنی کی مروجہ رسم ادا ہوئی مگر سطوت منزل پر آج عجیب سانکھار اور مسرت وانبساط کا شامیانہ تنا ہو نظر آیا۔

سادگی سے نکاح

دو دن بعد بہن اور بہنوئی اپنے گھر جانے کے لئے تیار ہوئے تو عین الدین صاحب نے کہا: میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں نے جس طرح رشتے طے کئے ہیں اور کوئی رسم اور دکھاوا نہیں کیا ہے، ہمیں چاہئے کہ سادگی کے ساتھ نکاح بھی کر دیں۔ بہت زیادہ تاخیر بھی مناسب نہ ہوگی۔ مجھے یہ بات قطعی پسند نہیں ہے کہ رشتہ تو طے ہو جائے اور سال بھر بیٹھ کر انتظار کیا جائے۔ جتنی دیر ہوگی اتنی ہی خرافات ہوگی۔ ہم لوگوں کو سنت وشریعت سے ہٹ کر کچھ نہیں کرنا ہے۔

بہن اور بہنوئی نے اس بات سے اتفاق کیا اور رخصت ہوتے وقت اپنی سہولت کے مطابق اگلے مہینہ کی کوئی تاریخ بھی بتا گئے۔

عین الدین صاحب مقررہ تاریخ پر محض پانچ افراد پر مشتمل برات لے کر بہن کے گھر پہنچے اور نکاح پڑھوا کر بہو کو رخصت کرا لائے پھر بہنوئی بھی پانچ لوگوں کے ساتھ عین الدین صاحب کے گھر برات لے کر آئے اور بہو کو رخصت کرا لے گئے۔

رشتہ طے پانے کے وقت نہ کوئی ہنگامہ ہوا نہ منگنی کی رسم ادا ہوئی نہ برات کے چونچلے ہوئے نہ لین دین کا قصہ ہوا۔ چپ چپاتے سب کچھ ہو گیا البتہ دونوں گھروں میں ولیمہ کا اہتمام ہوا۔ ولیمہ ایک مسنون تقریب ہے اور ہونی چاہئے مگر افسوس کہ مسلمان اس کا اہتمام کم کرتے ہیں اور خرافات زیادہ کرتے ہیں۔

فی زمانہ قریبی رشتوں میں شادی بیاہ نہیں ہوتا، نہ بھائی بہن کی بیٹی سے اپنا بیٹا بیاہنا چاہتا ہے نہ بہن بھائی کی بیٹی کو لینا چاہتی ہے اور یہ محض اس لئے ہوتا ہے کہ لین

دین میں رکاوٹ پڑے گی لیکن عین الدین صاحب اور ان کی بہن نے رشتہ کر کے ایک مثال قائم کر دی۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ جو گھرانے دیندار کہے جاتے ہیں ان میں بھی شادی بیاہ کے موقعوں پر رسم ورواج اور فضول خرچی کے سارے طور وطریق اختیار کئے جاتے ہیں۔ مسلمان کس منہ سے محبت رسول کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ اطاعت رسول سے گریزاں ہیں۔ اطاعت کے بغیر محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ مسلمانوں کی ان ہی حرکتوں کی وجہ سے دیگر اقوام ان کے قریب نہیں آ رہی ہیں۔ دنیا نے اہل اسلام کی سادگی اور خلق وتواضع کو دیکھا ہے، تاریخ کا مطالعہ کیا ہے، ان کی بے ریا زندگی کے واقعات سنے ہیں مگر مسلمانوں کے حال کو ان کے ماضی سے کوئی نسبت نہیں اسی لئے لوگ ان سے اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے جذامی سے دور رہتے ہیں۔ مسلمان اگر صرف اپنی شادی بیاہ کی تقریب سادگی کے ساتھ کرنے لگیں تو غیر مسلموں میں اسلام کا پیغام جائے گا اور وہ قریب آنے لگیں گے۔

جہیز وتلک کی رسم ہندو سماج کا حصہ

ایک جہیز ہی کو لیجئے۔ جہیز نہ لانے یا کم لانے پر ہمارے ملک میں ہر روز تقریباً نوے خواتین جہیز کی چتا پر جلا دی جاتی ہیں۔ یہ کس سماج میں ہوتا ہے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو دوشیزائیں پنکھے سے لٹک کر اور دریا میں کود کر اور زہر کھا کر جان دے دیتی ہیں ان کی تعداد الگ ہے۔ کیا ہندو سماج ان حادثوں کی وجہ سے دکھی نہیں ہے مگر اس کے سامنے کوئی دوسری راہ نہیں ہے جس پہ چل پڑے۔ اس راستہ کو ہم روکے کھڑے ہیں، وہ راہ اسلام کی راہ ہے، سادگی کی راہ ہے، خدمت خلق کی راہ ہے، مسلمان دولت کمائیں اور خرچ کریں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بھی کوئی دولت مند ہو سکتا ہے؟ ایک یہودی اپنے کنویں سے

مسلمانوں کو پانی نہیں بھرنے دیتا تھا، سرکار دو عالم ﷺ نے ترغیب دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہودی سے کنویں کو خرید لیا اور مسلمانوں کے لئے عام کر دیا۔ مسلمان اپنی دولت اس طرح کے کاموں پر صرف کریں۔ مخلوق کے فائدہ کے کام کریں۔ برات پر آتش بازیوں پر، گھوڑے جوڑے پر، بینڈ باجے پر وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں سب پانی میں چلا جاتا ہے۔ اپنے داماد کو تجارت کرا دیں، مکان بنوا کر دے دیں تو کوئی مضائقہ نہیں، اپنی مسرفانہ تقریب سے رقم بچا کر وہ چاہیں تو دو غریب مسلمانون کی بیٹیاں بیاہ سکتے ہیں۔ دنیا کے ترقی پذیر ملکوں کی پہلی صف میں کھڑے ہندوستان میں جہاں دلت اور یادو برادریاں ہر اعتبار سے نمایاں درجہ رکھتی ہیں مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ سترفی صد آبادی غربت وافلاس کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اور ہمارا سرمایہ دار طبقہ خرمستیوں میں پڑا ہوا ہے۔

شادی، سادی کریں

مسلمان اگر شادی کے تین نقطے ہٹا کر اسکو سادی کر دیں تو ہم سمجھتے ہیں ان کی بربادی کا انت ہو جائے اور خوشحالی کا دروازہ ان پر کھل جائے۔ مسلمان جاہل رہیں، سماج میں کمتر رہیں اور پھر خواہش کریں کہ ان کو دنیا میں عزت کا مقام مل جائے تو کبھی یہ نہیں ہوگا، ان کی شاندار تقریبات میں اسلام کے لئے کوئی کشش نہیں پیدا ہو سکتی۔ ہزاروں سال پہلے جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے، وہ ان کی پر تکلف شادیوں کو دیکھ کر داخل اسلام نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے دین، انکی سادگی اور ان کی انسان دوستی کی وجہ سے داخل ہوئے تھے۔

ایک ماڑواری کی شادی اور مسلمان کی شادی میں کیا فرق ہے؟ نکاح کی مجلس سونی پڑی رہتی ہے اور لہو ولعب کا بازار گرم ہوتا ہے، دکھاوا ہوتا ہے، جھوٹے فخر کا

مظاہرہ ہوتا ہے۔ خدارا مسلمان اب بھی ہوش میں آئیں اور زبان سے محبت رسول اور عشق رسول کا دعویٰ کرنا چھوڑ دیں اور اپنے عمل سے اللہ اور رسول کی محبت کا ثبوت پیش کریں۔ تقریبات میں سادگی اختیار کریں۔ خاندانی تفاخر سے دست بردار ہوں، نسل پرست نہ بنیں۔ امتیاز رنگ و بو کو چھوڑیں۔ لڑکیاں رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے گھروں میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہوئی جارہی ہیں۔ رشتے ملیں گے کیسے؟ ہم خون اور گوشت و پوست اور ہڈیوں کا کاروبار بند کریں تو رشتے ہی رشتے ہیں۔ ہم جو حرکتیں کر رہے ہیں اور ہم نے جو معیار قائم کر لئے ہیں کیا اسلام میں اس کی کوئی اصل ہے؟ رسول ﷺ نے تو اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ (اپنے آزاد کردہ غلام) سے کر کے حسب ونسب اور فخر وغرور کو توڑا تھا جو عرب میں عام تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے خاندان سے اس کو ختم کیا تھا مگر ہم ہیں کہ زبان سے تو محبت وعشق رسول کے دعوے کرتے ہیں اور اسٹیج پر اچھل اچھل کر اعلان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دامن نہیں چھوڑیں گے پر عمل سے اپنے قول پر گواہی دینے کو تیار نہیں ہوتے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تمیز رنگ و بو بر ما حرام است اور ہم اب تک اسی میں کھوئے ہوئے ہیں۔ مسلمان ہمت کریں، اپنی سادہ سی تقریب میں غیر مسلم بھائیوں کو بلائیں اور دکھائیں کہ نکاح کتنی سادہ سی چیز ہے، محض دو بول ہیں اور کچھ نہیں مگر اسکے نتیجہ میں جو ذمہ داریاں، زوجین پر عائد ہوتی ہیں وہی اور ان کا زندگی بھر زوجین کو پاس ولحاظ رکھنا ہے، ایک عہد ہے جس کو مرتے دم تک نبھانا ہے اور اگر اس کو نبھایا گیا تو یہ دنیا نمونہ جنت ہے ورنہ دوزخ ہے اور ایسی آزمائش کی جگہ ہے جہاں عورتیں جیتے جی جل مرتی ہیں، گھٹ گھٹ کر مرتی ہیں، غریب سیتاؤں اور ساوتریوں کو بھی آگ سے بچانا ہے اور خود بھی بچنا ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ تب ہوگا جب ہم اسوۂ

رسول کو اپنائیں گے۔ محض شادی کے کارڈ پر النکاح من سنتی لکھ دینے سے کام نہیں چلے گا۔ کارڈ کے اوپر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بعد بخط جلی النکاح من سنتی تو لکھ دیا مگر شادی میں سارے کام سنت کے خلاف کئے جائیں، یہ دوعملی نہیں چلے گی۔

مجھے اسلام کا قانون پسند ہے

بھاجپا نیتا اٹل بہاری واجپئی تو کہیں کہ مجھے اسلام کا یہ قانون پسند ہے کہ شادی کے وقت لڑکی کی منظوری لئے بغیر نکاح نہیں ہوتا جب کہ ہندو سماج میں لڑکی کو گائے کی طرح باندھ دیا جاتا ہے مسز پرمیلا ڈنڈوتے تو یہ کہیں کہ اسلام نے بیواؤں کو دوسری شادی کی اجازت دے کر عورتوں کے ساتھ بہت بڑا احسان کیا ہے مگر ہم اپنی غیر اسلامی حرکتوں سے اسلام کی رسوائی کا سامان کر رہے ہیں۔

اگر ہم صرف ایک کام ٹھیک کرلیں یعنی اپنی شادی بیاہ کی تقریب کی اصلاح کرلیں تو انشاء اللہ برادران وطن ہمارے قریب آجائیں اور ہوسکتا ہے کہ پہلے کی طرح ایک بار پھر وہ اپنی بیٹیاں مسلمانوں سے بیاہنے لگیں۔ کوئی باپ اپنی بیٹی کو نہ مارنا چاہتا ہے نہ مرنے دینا چاہتا ہے۔ ان کی بیٹیاں جہاں عزت کی زندگی جی سکیں وہاں پہنچانے میں انہیں کیا عار ہوسکتا ہے

اسلام کے محل میں سب کو داخل ہونے کا حق حاصل ہے، مسلمان اس محل کے دروازوں کو چوپٹ کھول دیں۔ اس کی دربانی ضرور کریں مگر دوسروں کی راہ روکنے کی غلطی نہ کریں۔ کیونکہ اسکی سزا آخرت میں بہت سخت بھگتنی پڑے گی ویسے تاریخ تو یہی بتارہی ہے کہ اسلام کو غیروں سے نقصان کم اپنوں سے زیادہ پہنچا جب ہم خود ہی اسلام کے اصولوں پر کاربند نہیں ہیں تو دوسروں لوگ ہم کو دیکھ کر کیونکر متاثر ہوسکتے ہیں ہمارے اخلاق وعادات اور معاملات ومعاشرت تو ایسے ہیں کہ لوگ ہم کو دیکھ کر

بدک رہے ہیں آج ہم کو اپنے اندر سدھار پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور شادی جس کو اسلام نے ایک عبادت قرار دیا۔ آدمی کوئی بھی عبادت کرتا ہے وہ وقتی ہی ہوتی ہے مگر شادی تو ایک ایسی عبادت ہے کہ زندگی بھر ہر لمحہ آدمی گویا عبادت ہی میں لگا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کے قوانین کے مطابق شادی سادی کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

ایک بے سہارا لڑکی کی
ناگفتہ بہ داستان

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

’’اور یتیموں کا مال انھیں کو پہونچا دو اور اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو بے شک ایسی کاروائی کرنا بڑا گناہ ہے۔‘‘

محترم خواتین، بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مسلم معاشرے میں بہت بگاڑ پیدا ہوتا جارہا ہے جس کے نتیجے میں غریبوں یتیموں اور بیواؤں کے حقوق

چھینے جارہے ہیں اپنے خاص رشتہ دار بھی چند کوڑیوں کی خاطر یتیموں کا نیلام کردیتے ہیں اور زندگی بھر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں فہیم الدین صاحب کا مضمون سہ روزہ دعوت دہلی ہی شائع ہوا تھا جسکا عنوان ’’کیا یہ اسلامی معاشرہ کی تصویر ہے‘‘ آپ کے لئے اس کو من وعن پیش کررہا ہوں تاکہ ہمارے ضمیر جاگ جائیں اور مظلوم اور بے سہارا عورتوں کے ساتھ انصاف کرسکیں۔

پڑوس میں سبھاش پردیپ کا خاندان کرائے کے مکان میں قیام پذیر ہوا۔ یہ خاندان شوہر، بیوی، ایک بیٹے پر مشتمل ہے۔ ان کی معاشی حالت کچھ تسلی بخش نہیں ہیں ہے۔ کچھ ہی دن میں ہم دو پڑوسی ایک دوسرے سے بے تکلف ہوگئے۔ ایک خاص بات ہمیشہ کھٹکتی تھی۔ گوکہ شریمتی پردیپ ہر ہندو سہاگن کی طرح اپنی مانگ میں سیندور بھرتیں اور پیشانی پر بندیا لگاتی ہیں اور ہندو عورتوں کی طرح ہی لباس بھی پہنتی ہیں۔ مگر وہ جب بھی میرے گھر آتیں یا راستے میں مجھے یا میرے افراد خانہ کو ملتیں، باقاعدہ مسلمانوں کے انداز میں السلام علیکم کہتیں۔ اتفاقاً کچھ عرصے بعد سبھاش پردیپ کسی حادثے کا شکار ہوکر اپنی آنکھ گنوا بیٹھے جس کی وجہ سے شریمتی پردیپ صلاح ومشورے کے سلسلے میں کچھ زیادہ ہی ہمارے گھر آنے لگیں۔ ایسے میں ایک دن موقع پاکر ان سے پوچھ لیا کہ وہ لوگ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ پردیپ صاحب کا ذریعۂ معاش کیا ہے اور یہ کہ کیا ان لوگوں کے تعلقات مسلمانوں سے کچھ زیادہ ہی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سن کر پہلے تو وہ کچھ ہچکچائیں مگر اصرار پر انہوں نے اپنی زندگی کی جو داستان بیان کی وہ یقیناً ہر مسلمان کے لئے باعث ندامت ہے۔ مسز پردیپ کی کہانی جوں کی توں پیش ہے۔ امید کہ ہمارا معاشرہ اور ذمہ داران اس بارے میں غور کریں گے اور ایک لائحہ عمل تیار کر کے اس سلسلے میں ضرور مثبت و مناسب قدم اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

محترمہ پردیپ کی پیدائش مسلم گھرانے میں

مسز پردیپ کی پیدائش آج سے تقریباً چالیس برس پہلے مسلم گھرانے میں ہوئی تھی۔ان کے والد کا نام سرفراز احمد خاں اور والدہ کا زیب النساء تھا ان کے والد کہیں ملازم تھے جب کہ والدہ گھر میں رہتی تھیں۔ان کی دنیوی اور اردو کی ابتدائی تعلیم والدہ کی سرپرستی میں ان کے گھر پر ہی ہوئی تھی۔ بعد میں انہیں ایک مسلم ادارے میں داخل کرادیا گیا۔سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے ماں باپ دونوں کی شفقت اور دلار مل رہا تھا۔تایا اور دوسرے رشتے دار جو کہ اسی شہر میں ان کے گھر سے تھوڑے فاصلے رہتے تھے۔اکثر ملاقات کی غرض سے آجایا کرتے تھے۔لیکن ان کے تایا نے کبھی انہیں اپنے پاس نہیں بلایا اور نہ شفقت سے کبھی ان کے سر پر ہاتھ ہی رکھا۔دن گزرتے گئے۔رفتہ رفتہ وہ نہم پاس کر کے دہم میں داخل ہوگئیں اور کافی سمجھدار ہوگئیں۔ ہر بات کو آسانی سے سمجھ لینا ان کیلئے آسان ہوگیا تھا۔اپنے والدین کے پیار، چاہت اور مشفقانہ سلوک کی وجہ سے کسی رشتے دار سے ملنے یا ان کے گھر جا کر قیام کرنے کی قطعی ضرورت محسوس نہیں کرتی تھیں کیونکہ ان کے والدین ہی ان کیلئے سب کچھ تھے۔

جنوری کا مہینہ تھا۔وہ اپنی میٹرک کی پڑھائی میں دن رات مصروف رہتی تھیں۔ان کے والدین کی خواہش تھی کہ وہ ایک کامیاب ڈاکٹر بنیں۔لیکن محض دو دنوں کی علالت کے بعد ان کی والدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئیں۔ان کی دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔ان کے والد نے ماں باپ کی ذمہ داریاں قبول کرتے ہوئے نہ تو اپنی چاہت اور پیار میں کوئی کمی آنے دی اور نہ انہیں کبھی والدہ کی کمی محسوس ہونے دی۔انہوں نے دسویں کا امتحان اچھے نمبروں سے کامیابی کے ساتھ پاس کیا اور گیارہویں میں

داخلہ لے لیا اور پھر وہ دن بھی آگیا جب وہ بارہویں جماعت کے امتحان کی تیاریوں میں مشغول ہوگئیں کیونکہ ان کی دلی خواہش تھی کہ اپنے والدین کی ڈاکٹر بنانے کی خواہش کو پورا کریں۔امتحان شروع ہونے میں صرف پندرہ دن باقی تھے کہ اچانک ان کے والد کی حرکت قلب بند ہوجانے سے انہیں اکیلی اور بے سہارا روتی بلکتی چھوڑ کر چلے گئے۔ان کی تو دنیا ہی لٹ گئی اور وہ بے سہارا اور بے یارومددگار ہوگئیں۔ چند دنوں تک تو ان کے تایا اور دوسرے رشتے داران سے آکر ملتے رہے، وہ تسلی وتشفی دے کر رخصت ہوجاتے اور پھر ہر طرف سناٹا چھا گیا۔اب نہ ان میں اتنی لگن اور سکت باقی رہی تھی کہ پڑھائی جاری رکھ سکیں اور نہ اپنے والدین کا ڈاکٹر کا خواب پورا کرسکتی تھیں۔ایک یتیم اور بے سہارا لڑکی اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ابتدا میں تو ان کے تایا اور دیگر رشتے داروں نے ہمدردی اور محبت جتائی مگر پھر اچانک ایک دن نہ جانے کیوں انکے تایا نے انہیں ایک ناری نکیتن میں لے کر داخل کرادیا۔اسکے بعد کسی بھی رشتہ دار اور تایا نے اس بات کی قطعی کوشش نہیں کی کہ وہ کبھی ناری نکیتن میں آکر ان سے ملاقات کرتا یا حال معلوم کرنے کی کوشش کرتا۔

اب ان کی دنیا اس ناری نکیتن کی چہار دیواری تھی جہاں اپنے والدین کو فرصت کے اوقات میں رو رو کر یاد کرلیا کرتیں۔ناری نکیتن میں ہندو خواتین کی سرپرستی میں پروان چڑھتے ہوئے عمر کے ۲۳ ویں برس میں قدم رکھ دیا۔آشرم میں وارڈن کے ساتھ ساتھ دوسری تمام خواتین اور ساتھی لڑکیوں سے بے پناہ محبت اور اپنائیت ملتی رہی۔ان کے اخلاق سے ہر ایک متأثر تھا اور ہر ممکن طریقے سے ان کا غم کم کرنے کی کوشش کرتا تھا۔وارڈن کا مادرانہ سلوک تو شاید زندگی میں کبھی نہ بھولیں گی۔آشرم کی ہر لڑکی اس کے مذہبی تناظر میں پرورش پاتی تھی۔مذہب کے نام پر کسی سے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا۔آشرم کی لائبریری میں ہر مذہب کی کتابیں موجود تھیں۔آشرم کے

قانون کے مطابق سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ کوئی بھی لڑکی عمر کے ۲۳ سال پورے کرنے کے بعد آشرم میں نہیں رہ سکتی تھی۔ یعنی آشرم سے ان کی رخصتی کا وقت قریب آرہا تھا۔ ایک روز وارڈن نے اپنے دفتر میں بلا کر نہایت مشفقانہ انداز میں بتایا کہ چونکہ اب جلد ہی آپ اپنی عمر کے ۲۳ برس پورے کرلیں گی لہٰذا آشرم کے قاعدے کے مطابق آپ کو جلد ہی آشرم سے رخصت کردیا جائے گا۔ یہ خبر ان کے لئے موت کے پیغام سے کم نہیں تھی مگر اس کے ساتھ ہی وارڈن نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے ایک مسلم خاندان میں ایک لڑکا بھی دیکھ لیا ہے۔ بات چیت بھی تقریباً آخری مرحلے میں ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ لڑکے اور اس کے خاندان کے لوگوں نے انہیں دیکھ کر پسند بھی کرلیا ہے جو کہ ان کے لئے ایک تعجب خیز بات تھی اور پھر وہ دن بھی آگیا جب وہ دلہن بن کر آشرم سے سسرال کے لئے روانہ ہوگئیں۔ شادی کے بعد ایک دو ہفتے خیریت سے گزرے اس کے بعد حالات دن بدن نئی کروٹ لینے لگے۔ ساس کے علاوہ سسرال میں دو غیر شادی شدہ نندیں بھی تھیں۔ ابتداء میں تو شوہر ان کے ساتھ کافی ہمدردانہ رویہ اپنائے ہوئے بار بار یقین دہانی کرانے کی کوشش کرتے رہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر آشرم کی ایک یتیم اور بے سہارا لڑکی کو اپنی شریک حیات بنایا ہے۔

اپنے شوہر کے منہ سے یہ الفاظ سنتی تو وہ بھی خدا کا شکر بجالاتی کہ بالآخر اس نے بے سہارا اور مجبور لڑکی کو ایک مضبوط اور چاہنے والا سہارا عطا کیا ہے۔ مگر پھر رفتہ رفتہ یہاں بھی وہی سب کچھ ہونے لگا جو عام طور سے ساس اور نندوں کی موجودگی میں ہوتا چلا آرہا ہے یعنی ساس اور نندیں روایتی انداز میں موقع بہ موقع طعنے دینے سے نہ چوکتیں، بات بات پر طعنے دیئے جاتے کہ اپنے ماں باپ کو کھا گئی اور اب یہ نحوست ہمارے گھر آئی ہے نہ جانے کس کی اولاد ہے۔ ساس کہتی (اس وارڈن نے) جھوٹ بول کر نہ جانے میرے بیٹے کے سر کس ذات کی اولاد کو تھوپ دیا۔ ہائے وارڈن نے

میرے سیدھے سادھے بیٹے کو پھانس دیا۔ نندوں کے بھی تقریباً اسی قسم کے طعنے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی نہایت گندے اور بھونڈے انداز میں بہت سی باتیں کی جاتیں تھیں مگر یہ سب کچھ برداشت کرتی رہتیں کیونکہ وہ شوہر میں اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں دیکھ رہی تھیں۔ مگر کب تک.......آخر وہ دن بھی آگیا جب بار بار اکسانے اور ورغلانے سے شوہر دھیرے دھیرے نہ صرف ان سے دور ہونے لگا بلکہ معمولی معمولی باتوں کو بہانا بنا کر بدکلامی کرنا اور بعد میں مار پیٹ کرنا روزمرہ کا مشغلہ بن گیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اولاد سے محرم ہوگئیں اور اس کے لئے وہی ذمے دار ٹھہرائی گئیں یعنی شوہر کی دوسری شادی کے لئے راستہ ہموار ہونے لگا۔

مسلم شوہر کی اور ان کے اہل خانہ کی بدسلوکی

اب کوئی عزیز تھا نہ رشتے دار۔ ایک ناری نکیتن کی طرف ہی نگاہیں اٹھتیں۔ جب بھی موقع ملتا آشرم میں وارڈن سے بذریعہ فون ضرور رابطہ قائم کرتیں اور انہیں اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کے تعلق سے کچھ بتا دیتیں۔ دو تین موقعوں پر وارڈن خود آکر ان ساس نندوں سے ملیں اور انہیں کافی حد تک سمجھانے کی کوشش کی یہی نہیں انہوں نے شوہر سے ان کے آفس میں جا کر بھی ملاقات کی۔ ساس، نندوں اور شوہر نے وارڈن کے ساتھ بھی بدسلوکی کی۔ ناچار و مجبور ایک دن سسرال والوں کے ذریعے دھکے مار کر گھر سے نکال دیئے جانے کے باعث دوبارہ آشرم پہنچ گئیں۔ اب مشکل یہ تھی کہ وہ عمر کے پچیس سال پورے کرچکی تھیں جبکہ آشرم کے قانون کے مطابق ۲۳ سال کی ہونے کے بعد کسی بھی لڑکی کو آشرم میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ لیکن وارڈن نے اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کر کے آشرم کے ذمے داروں کو اس بات پر راضی کرلیا تھا کہ جب تک شوہر آکر اپنے ساتھ نہیں لے جاتا آشرم میں قیام ایک

مہمان کی طرح ہوگا۔ مگر ایک روز اچانک شوہر کی طرف سے طلاق نامہ مل گیا۔ اب مستقبل تاریک ہو چکا تھا۔ ایسے وقت میں وارڈن پھر مدد کو آگے بڑھی۔ اس نے دوبارہ مسلمان شوہر کی تلاش شروع کردی مگر اس کو جس قسم کے تجربات سے دوچار ہونا پڑا ان سے تھک ہار کر ایک دن کہا کہ بیٹی برا مت ماننا مگر میں ضرور کہوں گی کہ اگر مسلمان کی سوچ، سماجی زندگی، لاچار، مجبور اور یتیموں کے متعلق غور وفکر کرنے کا یہی معیار ہے تو پھر ہم غیر مسلم ان سے بہتر ہیں، ان کا اسلام ان کو مبارک ہو۔ دن گزرتے گئے ....مگر وارڈن کو کامیابی نہ ملنی تھی نہ ملی۔

غیر مسلم سے شادی

ایک دن ایک صاحب آشرم تشریف لائے اور کافی دیر تک وارڈن کے دفتر میں موجود رہے۔ وارڈن نے ان کی موجودگی میں مجھے اپنے آفس میں بلایا اور کہنا شروع کیا دیکھو تمہاری عمر اب پچیس سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ آشرم کی جانب سے تمہاری شادی تمہارے سماج میں ہی کردی گئی تھی مگر بعد میں جو حالات پیدا ہوئے اب ان کا دوہرانا بے کار ہوگا۔ جو صاحب تمہارے سامنے موجود ہیں ان کا نام پردیپ ہے۔ انہوں نے ابھی شادی نہیں کی، یہ آشرم کی کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔ انہوں نے مختلف لڑکیوں کو دیکھا۔ اتفاق سے تمہیں بھی دیکھ لیا۔ انہوں نے تم کو پسند کرلیا ہے۔ اب تمہیں طے کرنا ہے۔ کیا تم بھی ان کے ساتھ شادی کرنا چاہو گی۔ غور کرلو، میں دو دن کا وقت دیتی ہوں، خوب سوچو۔

آخر کار کافی غور وخوض کے بعد اور اپنی قوم کی موجودہ حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان صاحب سے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس طرح پردیپ کی شریک حیات بن کر ان کے ساتھ زندگی گزارنے لگی۔ یہ بہت اچھے انسان ہیں۔ ان کے

اب دو بچے ہیں۔ بڑا بیٹا ہے اور چھوٹی بیٹی۔ بیٹا اس وقت بارہویں کا امتحان دے چکا ہے اور کالج میں ہے جب کہ بیٹی امسال دسویں میٹرک کا امتحان دینے کی تیاری کررہی ہے۔ انہوں نے آج تک نہ تو انہیں کبھی لاوارث کہا اور نہ کسی قسم کے گندے الفاظ استعمال کئے۔ وہ ایک گھریلو قسم کے انسان ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے والدین کا جو کہ نہایت غریب تھے۔ ان کے بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ ان کی پرورش ان کے دور کے چچا نے کی۔ انہوں نے بی اے تک تعلیم حاصل کی اور یہ ملازمت اختیار کرلی۔ جس چچا نے ان کی پرورش کی تھی بعد میں ایک حادثے میں ان کا بھی انتقال ہوگیا اور اس صدمے سے ان کی چچی بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ ان کا ایک بیٹا ہے جو کہ ان سے عمر میں دو سال بڑا ہے وہ اس وقت امریکہ میں رہتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس کا فون وغیرہ آجاتا ہے۔

مسلم گھرانے کی بے دینی

مسز پردیپ کا کہنا ہے کاش میرے تایا اور میرے چچا کسی حد تک باشعور اور باعمل مسلمان ہوتے۔ کتنی عجیب سی بات ہے محض دنیاوی فائدے کے پیش نظر ان لوگوں نے اپنے خاندان کی ایک بے سہارا اور یتیم لڑکی کو ایک ہندو یتیم خانے میں لے جا کر ڈال دیا اور پھر دوبارہ اس کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا، صرف اسلئے کہ وہ اپنے مرحوم بھائی کی جائداد پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔

ایسا کرتے وقت نہ انہیں اللہ کے احکام، رسول اکرم ﷺ کے فرمان قرآن مقدس کی تعلیم یاد رہی اور نہ مرنے کے بعد جوابدہی کا احساس۔ انہیں صرف یہ خیال رہا کہ جائداد پر کس طرح اور کیسے قابض ہوجائیں۔ اسی طرح ساس اور نندوں کو ایک بے سہارا اور یتیم لڑکی منحوس اور نہ جانے کیا کیا نظر آتی تھی۔

یہ ہے ہماری معاشرتی زندگی کا ایک باب۔ ہماری معاشرتی زندگی ایسے ان گنت ابواب سے گھری ہوئی ہیں۔ یوں تو کہنے کو ہم پانچ وقت مساجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی خاطر جمع ہوتے ہیں۔غور کیا جائے تو پانچ وقت پابندی کے ساتھ مسجد میں جمع ہونا مذہبی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ایک سماجی اجتماع بھی ہے جس کے سہارے ہم کو اپنے سماج میں گزرے ہوئے لمحات اور بھائیوں کے مختلف حالات سے واقف ہونے کا بہترین موقع فراہم ہوتا ہے مگر ہم نماز کی صف بندی کے وقت اور اس کی ادائیگی تک ہی متحد نظر آتے ہیں اور نماز ختم ہوتے ہی مسجد کے خارجی دروازے پر قدم رکھتے ہیں۔ ''محمود''، ''محمود''، ہوجاتا ہے اور ''ایاز''، ''ایاز''۔ ہمارا معاشرہ کس سمت جارہا ہے اور ہم بحیثیت ایک ملت کس طرح زندگی گزار رہے ہیں اس تعلق سے غور وفکر کرنے کا خیال تک نہیں آتا۔ سماج کس مذہب اور قرآن پاک کی روشنی میں کن تبدیلیوں کا متلاشی ہے ہم نہیں سوچتے۔ ایک مسلمان اور وہ بھی جو خون کا رشتہ رکھتا ہو اپنے ہی خون کو ذرا سے لالچ میں غیروں کے ہاتھوں سونپ دیتا ہے اور اپنے اس عمل پر اسے زندگی میں پچھتاوے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ کیا واقعی ان تمام باتوں اور اعمال کے باوجود ہم خود کو مسلمان کہنے کے مستحق ہیں۔ یقیناً ہمارا معاشرہ بہت غلط رخ پر جارہا ہے قرآن وحدیث میں یتیموں کے مال کی حفاظت کرنیکی کس قدر تاکید آئی ہے اسلام سے قبل یتیموں کے مال کو ہڑپ لینا اور انکو بے یار و مددگار چھوڑ دینا ایک معمول بن چکا تھا مگر اسلام نے اس سے منع کیا تو اسکا نتیجہ یہ تھا کہ یتیموں کا مال کھانا تو دور کی بات ہے اسکی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں اور یتیموں کی پرورش پر ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہئے یہ اسلام کا قانون یتیموں کے مال کے تعلق سے ہے۔ اللہ ہم سب کو معاشرہ میں سدھار پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین! وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ☆

اقوامِ عالم میں عورت کے ساتھ
انسانیت سوز سلوک

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

''اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ میں قتل کی گئیں''۔

عزت مآب میری ماؤں اور خالاؤں!

قرآن واحادیث اور تاریخ عالم کا مطالعہ یہ بتاتا ہے دنیا میں ایک طویل زمانہ سے صنف نازک پر ہر قوم میں ظلم وستم ڈھایا گیا بڑے بڑے علم ودانش اور عقل وفہم رکھنے والے عورت کو انسان تسلیم کرنے کے بھی روادار نہ تھے اگر کسی نے احسان کر کے انسان تسلیم کرلیا تو صرف اس قدر کہ عورت ہے تو انسان مگر پیدا کی گئی صرف مردوں کی خدمت کے لئے عورت کے لئے نہ اس کے رشتہ داروں کی میراث میں سے کوئی حق تھا اور نہ یہ کسی کے مال کی مالک ہوتی ہے اور جو اس کا ذاتی مال ہوتا اس میں بھی شوہر کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی تھی اور مرد اس کے مال میں جس طرح چاہتا اس کی مرضی کے بغیر تصرف کرتا تھا شوہر کے مرنے کے بعد سوتیلا بیٹا اپنی ماں کا ہی مالک بن بیٹھتا تھا بلکہ یہاں تک بھی تھا کہ عورتوں کے قاتل پر کوئی قصاص نہیں تھا، باپ اپنی بیٹی کو قتل کرنے کو فخر کے ساتھ بیان کرتا تھا ایک ایک مرد کے نکاح میں دس دس گیارہ گیارہ عورتیں بیک وقت رہا کرتی تھیں اور جانوروں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی تھیں نہ ان میں مساوات وبرابری تھی نہ عدل وانصاف اور حقوق کا پاس ولحاظ ان کو پریشان کرنے اور ستانے کی ایک شکل یہ بھی تھی کہ طلاق دے دیا کرتے پھر کچھ زمانہ گزرجانے پر رجعت بھی کرتے نہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتے اور نہ اس کو بالکل چھوڑ ہی دیتے کہ وہ دوسرا نکاح کرلے اور یہ کسی ایک ملک وقوم کی بات نہیں تھی بلکہ سارا عالم ہی اس میں مبتلا تھا شوہر کی وفات کے بعد عورت کو ایک سال تک عدت گزارنے کے لئے ایک تنگ وتاریک کوٹھری میں قیام کرنا پڑتا تھا حتی کہ قضائے حاجت کے لئے بھی باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ اسی تنگ کوٹھری میں اپنی ضرورت بشریہ بھی پوری کرنی پڑتی تھی دنیا کی بہت سی قوموں میں آج عورتوں کے ساتھ بڑے ہی ناروا اور انسانیت سوز

سلوک کئے جاتے ہیں اس سلسلہ میں مختلف ملکوں قوموں اور مذہبوں میں عورتوں کے ساتھ کئے جانے والے نازیبا سلوک کا مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں۔

تاریخ انسانیت کا المیہ ہے کہ دنیا کہ ہر حصہ، ہر زمانہ میں عورتوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک روا رکھا گیا۔ان کے بنیادی انسانی حقوق غصب کئے گئے، ان پر مادی اور روحانی ترقی کے دروازے بند کردیئے گئے اور انہیں دنیا کی نظروں میں ذلیل ثابت کرنے کیلئے ناقص العقل، ضعیف الفطرت اور شیطان سیرت ٹھہرایا گیا۔

جین مذہب میں عورت کو بدی کی جڑ بتایا گیا

جین مت جسے قدیم ترین مذہب ہونے کا دعویٰ ہے، اس کے رہنما مہاویر سوامی عورتوں کو بدی کی جڑ سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ مردوں کے گناہوں کا سبب عورت ہی ہے، عورت سب سے بڑی آزمائش ہے جو انسان کی راہ میں آتی ہے، مرد کو چاہئے کہ عورت سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے، نہ اس کی طرف دیکھے، نہ اس سے بات کرے نہ اس کا کوئی کام کرے۔ (مذاہب عالم از ڈاکٹر ہیوم)

ہندو دھرم میں عورت کی توہین

مسٹر بارتھ اپنی تالیف مذاہب ہند میں رقمطراز ہیں: جینیوں کا عقیدہ ہے کہ عورتیں موکش (نجات) حاصل نہیں کرسکتیں، بدھ مذہب میں بھی عورت کو بدی کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے، یہ عورتوں کی نجات کا قائل نہیں بلکہ مردوں کی نجات کو بھی عورتوں سے قطع تعلقی پر منحصر قرار دیتا ہے۔

اس لئے گوتم بدھ اپنی بیوی بچوں کو سوتا چھوڑ کر جنگل کو بھاگ گئے اور ساری عمر ان سے بے تعلق رہے۔ ہندو دھرم میں عورت کی تحقیریوں کی گئی، بقول چانکیہ

برہمن جھوٹ بولنا، بغیر سوچے سمجھے کام کرنا، فریب، بے وفائی، طمع، ناپاکی، بے رحمی، یہ سات عیب عورت میں جبلی طور پر پائے جاتے ہیں، نیز آگ، پانی، سانپ اور عورت یہ چاروں موجب ہلاکت ہیں، اس لئے ان سب سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے، سنسکرت میں بیوی کے لئے پتنی (مملوکہ) بیٹی کے لئے دوھتر (دور کی ہوئی) کے الفاظ کا استعمال ان کی اوقات کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔

ایران میں عورت دشمنی

اسلام سے پہلے ایران دنیا کی دوسری بڑی سلطنت تھی۔ جو رومیوں کے مقابلے کی سمجھی جاتی تھی، وہاں مرد وعورت کے متعلق کیا تصور تھا، وہ خود ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ جس سے وہ نامزد کئے جاتے تھے، وہاں کی زبان فارسی میں خاوند کو خصم کہتے تھے یعنی عورت کا دشمن اور عورت کو زن کہتے تھے یعنی ایسی بُری ہستی جسے ہمیشہ مارنا چاہئے، مزدک نے اپنے دور میں اسے مشترک ملکیت قرار دے کر ذلیل کیا۔

ایران کی طرح یونان میں بھی عورت تمام انسانی حقوق سے محروم تھی اس کی حیثیت ایک عمر بھر کے غلام کی سی تھی جس کی بازار میں کھلے بندوں خرید وفروخت ہوتی تھی، اسے اپنی ذات پر کسی قسم کا اختیار نہ تھا، عورت خود کسی چیز کو فروخت نہ کر سکتی تھی، ایک محدود (پچاس سیر جو) سے زائد کی چیز کو خریدنے کا اس کو اختیار حاصل نہ تھا، اس کے علاوہ وہ مذہبی کام نہیں کر سکتی تھی۔

عورت کے منہ پر تالا پڑا رہتا تھا

یونان کی طرح روم میں بھی عورت کو پیدائش سے وفات تک ایک زیر نگرانی قیدی کی حیثیت سے رکھا جاتا تھا۔ اگر اس کے یہاں لڑکا پیدا ہو جائے تو پھر اسے کچھ

عزت حاصل ہو جاتی تھی، وہاں کے باشندوں نے عورت کے حقوق متعین کرنے کے لئے ایک بہت بھاری جلسہ منعقد کیا اور کافی بحث کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے کہ وہ ایک بے جان قالب ہے اس لئے وہ اخروی زندگی میں کوئی حصہ نہ پائے گی۔ وہ ناپاک ہے اس کو گوشت کھانے، ہنسنے بولنے کی اجازت بالکل نہیں ہے، اس کی زبان بندی کے لئے اس کے منہ پر تالا ڈال دیا گیا، عورت خواہ اعلیٰ خاندان کی ہو یا ادنیٰ قبیلہ کی، راستوں میں چلتے پھرتے وقت اپنے گھر میں رہنے کی حالت میں غرضیکہ ہر صورت میں اس کے منہ پر لوہے کا تالا پڑا رہتا تھا۔

فرانس میں عورت کی فروخت

فرانس میں مرد عورت کو سامان تجارت کی طرح سر بازار لاکر فروخت کر سکتا تھا۔ اہل فرانس نے اپنی ایک عظیم الشان مجلس میں عورت کی ذات کے متعلق یہ فیصلہ کیا تھا کہ عورت انسان ہے لیکن وہ محض مرد کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے، عورت کے معاملہ میں انگلستان بھی فرانس کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔

انگلستان کے کلیسائی محکمہ نے فرانس کی تقلید میں گیارہویں صدی عیسوی میں ایک ایسا قانون نافذ کیا جس کی رو سے خاندان کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنی عورت ہبہ کر سکتا ہے اور کسی دوسرے شخص کو ادھار بھی دے سکتا ہے۔

مشہور مسیحی پیشوا ٹرٹولین اپنی کتاب عورت کی تعریف میں لکھتا ہے۔ ”اے عورتو! کیا تم جانتی ہو کہ تم کون ہو؟ تم حوا کی جانشین ہو اور تمہاری ہر بہن بلحاظ خصلت حوا ہی ہے۔ تم میں حوا کا جرم موجود ہے اور تم شیطان کا دروازہ ہو۔ تم شریعت الٰہی سے روگردانی کرنے والوں کی پیشوا ہو، تم نے خدا کی صورت کو برباد کر دیا ہے اور درخت حیات کا راز فاش کر دیا ہے“۔

عورت ایک نازک ترین شیطان

انگلستان کے مشہور ڈرامہ نویس شکسپیئر کی بھی یہی رائے تھی کہ عورت ایک نازک ترین شیطان ہے جسے آج تک نہ کوئی سمجھا ہے اور نہ کوئی سمجھ سکتا ہے، بس لوگ اس سے دور رہیں۔

عیسائیوں کی طرح یہودیوں کا بھی عورت کے متعلق یہی نظریہ ہے، معصیت اوّل چوں کہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوئی تھی اس کو شوہر کا محکوم کر کے رکھا گیا اور شوہر اس کا حاکم ہے، شوہر اس کا آقا و مالک ہے اور وہ اس کی مملوکہ ہے۔ (جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۶) اسپارٹا میں عورت کی ذات اور حقوق کے تعین کے لئے ایک علمی اکیڈمی قائم کی گئی جس نے بعد تحقیقات یہ فیصلہ دیا کہ ''عورت ایک نجس و ناپاک حیوان ہے، شیطان کا جال اور پھندا ہے، کینہ پرور اونٹ اور دیوانے کتے کی طرح عورت کے منہ پر پٹی باندھ دینی چاہیے تا کہ وہ نہ ہنس سکے اور نہ ہی کلام کر سکے''۔

عرب میں عورت کی حیثیت چوپائے

بلادعرب کے حالات بھی یورپ سے کچھ مختلف نہ تھے۔ وہاں بھی عورت دوسرے مال منقولہ کی طرح مرد کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ وہاں اس کی حیثیت بالکل چوپاؤں کی سی تھی۔ آخر جور وستم کی چکیوں میں پسنے والی صنف نازک کو اسلام نے اپنے دامن حمایت میں لے لیا۔ اسلام نے عورت کو قعر مذلت سے نکال کر معراج انسانیت پر پہنچا دیا اور اس الزام کی تردید کی کہ گناہ عورت کے ذریعے ہی دنیا میں آیا۔

سورہ بقرہ میں مرد اور عورت دونوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ ارشاد ربانی ہوا: ''ان دونوں (حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کو) شیطان نے بہکایا'' اسلام نے حضرت

مریم علیہا السلام پر یہود کے لگائے گئے الزامات کی تردید کر کے طبقہ نسواں کو مقام رفیع پر فائز کیا اور یہ واضح کر دیا کہ عورت بھی قرب حق کا وہ مقام حاصل کر سکتی ہے کہ اس کے بارے میں سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوا۔ ''اے مریم! یقیناً اللہ نے تجھے منتخب کیا اور تجھے پاکیزہ کیا اور سارے جہاں کی عورتوں پر فضیلت دی''۔

اسلام نے عورت کو عزت بخشی

اسلام نے عورت کو نہ صرف عزت واحترام کی بلندیوں سے آشنا کیا بلکہ اس کی عزت کی پوری طرح حفاظت کی۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عزت وحرمت پر قرآن پاک نے خود گواہی دی تو طبقہ نسواں کو وہ اعزاز حاصل ہوا جو اس سے پہلے کسی صحیفے نے انہیں نہ دیا تھا، پاکدامن عورتوں پر بہتان تراشی کرنے والوں کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا سنا کر اسلام نے عورت کے تقدس کو اُجاگر کیا اور ناموس نسواں کی قدر و قیمت کو زندہ کیا، عورت کو یہ تعظیم وتوقیر کسی اور مذاہب نے عطا نہیں کی۔

حق زندگی

اسلام سے پہلے اس مظلوم صنف کو حق زیست تک حاصل نہ تھا، لڑکی کی پیدائش موجب ذلت اور باعث عار خیال کی جاتی تھی۔ عرب معاشرے کی جو حالت تھی اس کا نقشہ قرآن مجید نے اس طرح کھینچا ہے۔ ''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے اور بس وہ خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کسی کو کیا منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبا دے'' (سورۃ نحل)

اسلام نے بچی کی پیدائش کو رحمت بتایا

لیکن رحمت اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک بچی کی پیدائش کو رحمت و برکت کا ذریعہ قرار دیا اور ان تمام تصورات اور جاہلانہ خیالات کی بیخ کنی فرمادی جن کے تحت عورت کی ذات کو ذلت خواری کا منبع قرار دیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے یہاں فرشتے بھیجتا ہے جو کہتے ہیں اے گھر والو تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ ایک ناتواں جان ہے جو ایک ناتواں جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے ساتھ شامل حال رہے گی۔ (طبرانی)

لڑکی کی پرورش پر جنت کی بشارت

اسی پر بس نہیں بلکہ بیٹی کی پیدائش کو جنت کی بشارت قرار دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کے ہاں کوئی بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اس کو حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلہ میں ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔ (ابوداؤد)

سورہ تکویر میں دختر کشی کی یوں ممانعت فرمائی ''جب زندہ درگور کی گئی لڑکی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کس گناہ میں وہ ماری گئی'' حضور اقدس ﷺ نے بیٹی کی پرورش اس کی دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کو خدا کی خوشنودی کے حصول کا وسیلہ قرار دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسالت مآب سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اس طرح روایت کرتے ہیں۔

''جس شخص نے تین لڑکوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی اور انہیں تعلیم و تربیت دی، ان کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بے نیاز کردے تو ایسے شخص کے لئے اللہ نے جنت واجب کردی۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اگر دو ہی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا دو لڑکیوں کی سرپرستی پر بھی اجر ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر ایک کے بارے میں پوچھتے تو آپ ﷺ ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے۔ (مشکوٰۃ)

اسلام نے عورت کی جان کو وہی تحفظ فراہم کیا جو مردوں کی جان کے لئے ہے، رومن لاء کے برعکس اسلام میں اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو قتل کرے تو اس کے لئے قصاص کا قانون موجود ہے۔ اہل یمن کے لئے حضور اقدس ﷺ نے جو مجموعۂ قوانین تحریر کرایا تھا اس میں اس بات کی وضاحت تھی۔ ''بلاشبہ عورت کے عوض مرد قتل کیا جائے گا''۔ کتب صحاح کی روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو اس کا سر کچل کر ہلاک کیا تو حضور ﷺ نے یہودی سے اسی شکل میں قصاص لیا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے قصاص میں کئی ایک اشخاص کو قتل کیا جو اس کے خون میں شریک تھے۔

اس طرح عورت کی جان کو اسلام نے وہ تحفظ عطاء کیا جو کہیں موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس کہنے اور سننے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

پڑوسی قرآن وسنت کی روشنی میں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ، وَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ بِيْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ وَهُوَيَعْلَمُ بِهٖ. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو آسودہ ہو کر رات گذارے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا سوئے اور وہ جانتا بھی ہے۔

اسلامی ماؤں اور بہنوں! انسان کا اپنے والدین اور رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق پڑوسیوں کے حقوق کا بھی ہے اس کی خوشگواری اور

ناخوشگواری کا زندگی کے چین وسکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم وہدایت میں اس پر بڑا زور دیا ہے بس آپ کے سامنے کچھ احادیث پیش کرتا ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَازَالَ جِبْرَئِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ (رواہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دیں گے۔

اسلامی تعلیمات ہر شعبۂ زندگی میں

اسلامی تعلیمات وہدایات نے ’’ہرانسانی شعبہ‘‘ میں انسان کی فطرت سلیمہ کی اس قدر رعایت کی شاید تاریخ عالم میں کسی ملک ومذہب نے اس قدر رعایت و مروت کی ہو اور اخوت ومودت اور رافت والفت کے اس طرح روشن اصول مقرر کیے کہ جس کی روشنی سے شخصی وغیر شخصی ملکی ومذہبی، کدورت ونفرت اور وحشت وظلمت کا صفایا ہو جائے اور اس طرح کا پاکیزہ ماحول دیا کہ جس سے سارا سنسار امن وامان کا گہوارہ اور سکون واطمنان کا مسکن بن جائے۔

من جملہ اسلامی تعلیمات میں ایک تعلیم یہ بھی دی گئی ہے کہ اپنے ’’پڑوسیوں‘‘ اور ’’ہمسایوں‘‘ کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کے ساتھ وقتاً فوقتاً حتی المقدور انعام واحسان کرو اس لئے کہ احادیث مبارکہ میں پڑوسیوں کے حقوق کو اس قدر تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ کے ایک ارشاد مبارکہ کا مفہوم ہے کہ مجھے اس بات کا خیال ہونے لگا کہ پڑوسی کو وارثین کے صف میں کھڑا کر کے وراثت کا

حقدار قرار دیا جائے۔ یعنی جس طرح نسبی رشتہ وراثت کا حق دار ہوتا، اسی طرح ''پڑوس'' بغیر رشتہ کے وراثت کا حق دار ہو اور اس کی عظمت کو اتنی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا کہ (پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک) اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کا معیار اور اس کی سند ہے اتنا ہی نہیں بلکہ اسے لازمۂ ایمان بھی قرار دیا۔ مطلب اس کا صاف ہے کہ جو آدمی اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو ایمان والوں میں شمار کرے، مگر پڑوسیوں وہمسایوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے تو اس کا دعویٰ محض ایک دعویٰ ہے جس کے قول وفعل اور ظاہر وباطن میں ایک بڑے فرق کو ظاہر کرتا ہے۔

پڑوسیوں کی تین قسمیں

پڑوسیوں کی کل تین قسمیں ہیں: (۱) وہ پڑوسی ہے جو رشتہ دار وقرابت دار بھی ہو اور مسلمان بھی۔ (۲) وہ پڑوسی ہے جو رشتہ دار تو نہ ہو مگر مسلمان ہو۔ (۳) وہ پڑوسی ہے جو نہ تو رشتہ دار ہو نہ مسلمان بلکہ کافر ہو۔ پہلے والے پڑوسی کے کل تین حق ہیں، ایک رشتہ داری کا، دوسرے مسلمان ہونے کا، تیسرے پڑوسی ہونے کا اور دوسرے والے پڑوسی کے دو حق ہیں ایک مسلمان ہونے کا دوسرے پڑوسی ہونے کا اور تیسرے والے پڑوسی کا صرف ایک حق ہے پڑوسی ہونے کا۔ لہٰذا اس ترتیب کا خیال رکھ کر جو سب سے زیادہ حق رکھتا ہو اس کو ترجیح دے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو۔

پڑوسیوں کے حقوق

یوں تو شریعت میں مختلف مقامات پر پڑوسیوں کے بہت سارے حقوق بیان کئے گئے ہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ

بن حیدہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو بیان کر دیا جائے جس میں پڑوسیوں کے چند متعین حقوق کو بیان کیا گیا ہے جس کی تعداد آٹھ ہے۔

۱۔ اگر تمہارا پڑوسی بیمار ہو جائے تو اسکی تیمارداری ومزاج پرسی کرو۔ ۲۔ اگر اس کی وفات ہو جائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ۔ ۳۔ اگر وہ قرض مانگے تو حتی المقدور قرض دو۔ ۴۔ اگر وہ برا کام کرے تو اس برے کام کا افشامت کرو بلکہ اس کی پردہ پوشی کرو۔ ۵۔ اگر کسی نعمت سے وہ سرفراز ہو جائے تو اسے مبارک باد وتہنیت پیش کرو۔ ۶۔ اگر اسے کوئی تکلیف وکلفت پہنچے تو اس کی تعزیت کرو اور اس کی تکلیف کے رفع دفع کا سامان فراہم کرو۔ ۷۔ اور اس کے گھر کی عمارت سے اپنی عمارت کو اتنی بلند نہ کرو کہ جس سے اسے کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچے۔ مثلاً ہوا، روشنی کا رک جانا وغیرہ۔ ۸۔ اور تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے گھر تک نہ پہنچاؤ مگر یہ کہ تم نے اسے کچھ دینے کا ارادہ کر لیا ہو۔

اس کے علاوہ بعض احادیث تو وہ ہیں جو ترغیباً وارد ہوئی ہیں اور بعض احادیث تو وہ ہیں جو آگاہ کرنے والی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دو حدیثوں کا یہاں ذکر کر دیا جائے جس کا لحاظ نہ کرنے والے پر کیا وعید وملامت آئی ہے۔

ان میں ایک حدیث کا مفہوم تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا کہ جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سو جائے۔

لمحۂ فکریہ

جب ہم اس حدیث پر رک کر اپنے نفسوں کا محاسبہ کریں تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگا کہ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس معاملہ سے کورے ہیں۔ آج بھی کتنے ایسے گھر اور کتنے ایسے خاندان وبستیاں ہیں جنہیں ہمسائیگی کے حقوق کے

باوجود فاقہ کشی اختیار کرنی پڑتی ہے اور بوڑھوں وکمزوروں کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں آتی، اور کتنے گھر ایسے ہیں جہاں چھوٹے چھوٹے ننھے بچوں کو ماں کے دودھ سے محروم ہو کر ڈبہ کا دودھ بھی میسر نہیں آتا اور ہمارے بچوں کو عمدہ عمدہ کپڑے لذیذ لذیذ کھانے گرم گرم بستر سوکھی دو وقت کی روزی روٹی تک میسر نہیں آتی، اور پہننے کے لئے اتنا کپڑا بھی میسر نہیں آتا کہ جس سے صحیح طور پر بدن ڈھک سکے اور سونے کے لئے نرم گرم بستر تو کیا؟ دھول سے اٹی ہوئی ٹاٹ بھی میسر نہیں آتی۔

محترم ماؤں اور بہنو! اگر حال اتنا ہی ہوتا تب بھی بہت غنیمت ہوتا۔ بلکہ ''کریلہ نیم چڑھا'' کی طرح غریب وناتوں کو اس امیر جلاد پڑوسی کا خوف لگا رہتا ہے کہ ہم سے کوئی سہو ہو جائے اور اس کی ڈانٹ کھانی پڑے اور کب نہ جانے ہم کو اس کی ملامت کا شکار ہونا پڑے۔

حالاں کہ حدیث میں صراحت کے ساتھ ایسے تاکیدی کلمات کا استعمال کیا گیا ہے کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص کامل مومن ہو ہی نہیں سکتا جس کا پڑوسی اس سے بے خوف ومامون نہ ہو۔ یہ ساری باتیں پڑھتے پڑھاتے بھی ہیں سنتے سناتے ہیں لکھتے لکھاتے بھی ہیں اور روزمرہ کے حالات ومشاہدات سے آگاہ ہوتے بھی ہیں لیکن جب عمل کا موقع آتا ہے تو دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

ہم کب تک دھوکہ میں رہیں گے

آخر کب تک ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے رہیں گے؟ اور کب تک ہم جان بوجھ کر اندھا پن اختیار کریں گے؟ اور کب تک دو دو چار والی واضح حقیقت سے انکار کرتے رہیں گے اور کب تک ہم اپنی بیماری، بیماری کی حد سے متجاوز ہو کر ناسور بن کر ہو جائے پھر پچھتانے کے علاوہ کوئی چیز باقی نہ رہے۔

افسوس کہ عہد نبوی سے جتنا بعد ہوتا گیا امت آپ کی تعلیمات اور ہدایات سے اسی قدر دور ہوتی چلی گئی رسول اکرم ﷺ نے پڑوسیوں کے بارے میں جو وصیت اور تاکید امت کو فرمائی تھی اگر صحابہ کرام کے بعد بھی اس پر امت کا عمل رہا ہوتا تو یقیناً آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم وہدایت کی قدر وقیمت سمجھیں اور اس کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

قرآن مجید کی حفاظت میں عورتوں کا کردار

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

معزز خواتین ، ماؤں اور بہنو! آج کی اس عظیم الشان مجلس میں ایک اہم موضوع پر آپ سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں وہ ہے ’’قرآنِ مجید کی حفاظت میں

عورتوں کا کردار‘‘ اللہ رب العزت نے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بہت سے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے تاکہ گم گشتہ بندگانِ خدا کو اللہ کے راستہ پر لائیں ان میں بعض تو ایسے ہوئے جن کو نئی کتاب اور نئی شریعت ملی اور بہت سے ایسے فرستادگانِ خدا انسانوں میں سے ہیں جن کو کوئی نئی شریعت اور نئی کتاب نہیں ملی لیکن جو بھی رسول دنیا میں آئے ایک وقت تک کے لئے ان کی کتاب اور شریعت بھی ایک وقت تک کیلئے رہی اور ایک قوم تک محدود رہی اور ان کتابوں میں کسی بھی کتاب کی حفاظت اور نگہداشت کی ذمہ داری اللہ نے نہیں لی بلکہ ان کتابوں کے ماننے والے علماء ومشائخ کے حوالہ کردی ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَّحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ.

ہم نے تورات نازل فرمائی اس میں ہدایت اور روشنی ہے اس کے مطابق فرمانبردار انبیاء یہودیوں کیلئے فیصلہ کیا کرتے تھے اور علماء ومشائخ اس وجہ سے کہ انھیں کو اللہ کی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اور وہی اس پر گواہ تھے اسی طرح دیگر کتب سماویہ بھی ان کے متبعین کے حوالہ کردی گئیں تو جب تک لوگوں نے ان کتابوں کی حفاظت کی یا جب تک اللہ تعالیٰ کو محفوظ رکھنا منظور تھا اس وقت تک وہ کتابیں محفوظ رہیں۔ پھر خود اہل کتاب نے ان کتابوں میں تحریف وتبدیل کر ڈالی اور قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی اور آج قرآن کریم کے علاوہ کوئی بھی آسمانی کتاب ہمارے سامنے صحیح شکل میں موجود نہیں ہے اسلئے کہ اللہ رب العزت نے بجز قرآن کریم کے کسی اور کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی۔ قرآن کریم کو ختم کرنے کی اور اس میں تحریف وتبدیل کرنے کی دشمنانِ اسلام نے سیکڑوں

کوششیں کی ہیں مگر اس کا ایک شوشہ اور نقطہ بھی نہ کم ہوا اور نہ ہوگا۔ جب انگریزوں کا ہندوستان پر پرچم لہرا رہا تھا تو پورے ملک کو عیسائی بنانے کی سازش کی اور اس کیلئے بڑی کوششیں کیں، ہزاروں علماء کرام کو تختہ دار پر لٹکا دیا، دو لاکھ سے زائد قرآن کریم کے نسخے جلا دیئے، بغداد میں جب تاتاریوں نے حملہ کیا تو دجلہ کا پانی کتابوں کی روشنائی سے کالا اور کبھی انسانی خونوں سے سرخ ہوگیا، مگر کیا قرآن کریم کا ایک حرف بھی ضائع ہوا۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ پورے روئے زمین سے قرآن کریم کے نسخے ختم کردیئے جائیں تو بھی ایسے بہت سے حفاظ موجود ہیں جو پورا قرآن کریم زبانی املا کراسکتے ہیں یہ قرآن کریم کا کھلا ہوا معجزہ ہے۔ صحابۂ کرام کے دور سے ہی قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے معانی ومفاہیم پر بڑی توجہ دی جاتی رہی ہے۔

جس پر آپ ﷺ کو بھی فخر ہے

مدینہ منورہ میں ایک دن سرور دو عالم اپنے کاشانہء اقدس میں رونق افروز تھے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ ان کی واپسی میں خلاف توقع غیر معمولی دیر ہوگئی تو حضور مضطرف ہوگئے۔ ابھی آپ اس بارے میں کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ ام المومنین واپس تشریف لے آئیں۔ حضور نے پوچھا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی دیر کہاں لگائی؟'' ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، واپس آرہی تھی کہ راستے میں ایک قاری کی تلاوتِ قرآن کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔ اس آواز میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ میں اس میں محو ہوکر رہ گئی اور زمین نے میرے قدم پکڑ لئے اسی سبب سے مراجعت میں تاخیر ہوگئی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اور تم نے اس قاری کو کس حال میں چھوڑا؟'' ام المومنین نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! وہ میرے آنے تک تلاوت میں مشغول

تھے۔'' حضور یہ سن کر معاً اٹھ کھڑے ہوئے اور فوراً اشتیاق میں اپنی ردائے مبارک سنبھالتے ہوئے باہر تشریف لے آئے؟ دیکھا تو فی الواقع اس قاری پر حسن قرأت کا عالم طاری تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کہ تمام کائنات ساکت ہوگئی ہو۔ یہ دیکھ کر حضور کا رخِ اقدس فرطِ مسرت سے چمکنے لگا اور زبان رسالت پر بے اختیار یہ الفاظ جاری ہوگئے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلَکَ'' (ساری تعریف اس اللہ کیلئے ہے، جس نے میری امت میں تمہارے جیسے شخص کو پیدا کیا)۔

یہ خوش بخت اور عظیم المرتبت قاری ء قرآن جس پر خود فخر جن وانس نبی کریم ﷺ نے فخر وناز کا اظہار فرمایا، حضرت ابوعبداللہ سالم ابوحذیفہ تھے۔ حضرت ابوعبد اللہ سالم کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جو قرآن حکیم کے حافظ، عالم تبحر اور فن قرأت کے امام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سالم کو لحن داؤدی عطا کیا تھا۔ جب وہ خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو سننے والوں پر ازخود رفتگی کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ خود رسول اللہ ﷺ کو ان کے حسن قرأت پر اس قدر ناز تھا کہ آپ لوگوں کو ان سے قرآن سیکھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ,,قرآن سیکھنا ہے تو عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابوحذیفہ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے سیکھو،،۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی تلاوت قرآن

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت سنی۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے۔ یہ سب دیر تک ٹھہرے، پھر آپ نے فرمایا: ''جو یہ چاہے کہ قرآن کو اس طرح تروتازہ پڑھے جیسے نازل ہوا، تو وہ ابن ام عبد کی قرأت کے مطابق پڑھے''۔ ایک دوسری جگہ رسول خدا فرماتے ہیں ''زَیِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِکُمْ''، یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے آراستہ کرو۔

اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ توجہ کے ساتھ کسی چیز کی سماعت نہیں فرماتا، جتنی توجہ کے ساتھ تمہارے نبی کے قرآن پڑھنے کی سماعت فرماتا ہے۔ جب کہ وہ غنا کے ساتھ قرآں پڑھتے ہیں''۔ (صحیح بخاری، باب فضائل القرآن)

صحابیات بھی قرآن کریم کی شیدائی تھیں

صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو سبھی قرآن کریم کے فدائی اور شیدائی تھے لیکن کچھ بڑے ممتاز تھے اپنی آواز کی عمدگی اور کثرت تلاوت کی وجہ سے اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو یہ مشورہ دیا کہ فلاں فلاں سے قرآن کریم سیکھو۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی اپنے صحابہ سے قرآن کریم کبھی کبھی سنتے تھے اور جس طرح صحابہ کرام قرآن کریم کے عاشق وشیدائی تھے اسی طرح صحابیات بھی تھیں اور بہت سی ایسی صحابیات ہیں جنھوں نے قرآن کریم حفظ کیا۔ ام ورقہ انصاری رضی اللہ عنہا وہ معزز خاتون ہیں جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کے مبارک دور میں قرآن کریم کے جمع کرنے کی فضیلت حاصل کیں اور حفظ کیا اور اس کے معانی ومفاہیم کو سمجھا اور اسی کے ساتھ ساتھ ان کو شہادت کا بلند رتبہ بھی ملا ان کے دو غلاموں نے ان کو قتل کر دیا۔

دین کے شعبوں میں عورتیں مردوں کے مساوی

اس امت کی سب سے بڑی عالمہ حضرت عائشہ ہی سب سے پہلی قرآن پاک کی حافظہ تھیں، بڑی فقیہہ عالمہ تھیں، سب سے پہلے بحیثیت نبی کے جس پر نظر پڑی وہ عورت تھی یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ، امام ترمذی نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے بچپن میں ستر (۷۰) عورتوں سے علم حاصل کیا جو حدیث کی راویہ تھیں اور ان سے با قاعدہ حدیث آگے روایت کی جاتی تھیں ان کا گھر گلشن بنا ہوا تھا، بچیاں اس دور

میں دین کی خدمت کیا کرتی تھیں بلکہ حفاظت قرآن میں اس امت کی بیٹیوں کا بڑا حصہ ہے اس زمانے میں پریس (Press) تو نہیں ہوا کرتے تھے، ہاتھ سے لکھنا پڑتا تھا، بچیاں اپنی شادیوں سے قبل اپنے قرآن اپنے ہاتھ سے خوشنویسی کے ذریعہ لکھ لیا کرتی تھیں وہی قرآن جہیز میں دیا جاتا تھا، زیادہ سے زیادہ نسخے قرآں کے اس طرح لکھے جاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں عورتیں مردوں سے کبھی پیچھے نہیں رہیں۔

الغرض دین کے ہر شعبہ میں عورتیں مردوں سے آگے نہیں تو دوش بدوش نظر آتی ہیں۔ جہاں اس امت میں آپ کو حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے فقیہ نظر آئیں گے تو سیدہ عائشہ صدیقہ جیسی فقیہہ بھی نظر آئیں گی، مردوں میں اگر حضرت زید بن ثابت جیسے حافظ قرآن نظر آتے ہیں تو عورتو میں حضرت حفصہ بنت عمر جیسی حافظہ نظر آئیں گے۔ اگر اس امت میں حضرت سید الشہداء جیسا شہید نظر آئیگا تو حضرت سمیہ جیسی شہیدہ بھی نظر آتی ہیں، بلکہ اسلام کے نام پر شہید ہونے کا شرف سب سے پہلے عورت کو یعنی حضرت سمیہ ہی کو حاصل ہے اس طرح اس امت میں خولہ بھی نظر آئیں گے جو حضرت ضرار کی بہن ہیں جب کافروں نے حضرت ضرار کو قید کر لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پریشان تھے مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اس عالم پریشانی میں دیکھا کہ ایک سوار تیزی سے نقاب پوش آگے بڑھا کافروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتا چلا گیا جس کی وجہ سے کافروں پر رعب پڑا، وہ حضرت ضرار کو چھوڑ کر بھاگ گئے جب قریب پہنچ کر ہم نے پوچھا آپ کون ہیں کہنے لگی میں ضرار کی بہن خولہ ہوں۔ آج ایک بہن کی ضرورت بھائی کو ہے تو میں نے اپنے بھائی کے ساتھ ساتھ اسلام کی بھی مدد کی ہے ضرار کی اسلام کو ضرورت ہے۔ اس طرح اگر اس امت میں حسن بصری جیسے شیخ المشائخ نظر آتے ہیں تو رابعہ بصریہ جیسی عورتیں بھی نظر آتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ دین کے

معاملہ میں عورتیں مردوں سے کسی بھی اعتبار سے کم یا پیچھے نہیں ہیں، وہ محدثہ بھی ہیں، قاریہ بھی ہیں، قرآن پاک کی عمدہ حافظہ بھی ہیں ۔ انھوں نے عورتوں میں دین پھیلانے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کردیں تھیں۔

قرآن کریم سمجھنے کے لئے حدیث کا پڑھنا بھی ضروری

آج کے دور میں بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہم قرآن پاک کو پڑھتے ہیں حدیث کی ضرورت نہیں بھلا بغیر حدیث کے قرآن سمجھ میں کہاں اور کیسے آئے گا؟ آج کی عورتیں پردہ پر تنقید کرتی ہیں جب کہ پردہ کرنا قرآن پاک کا صریح حکم ہے۔ آج عورتیں مردوں کے دوش بدوش چلنا چاہتی ہیں جب کہ مردوزن کو پیدا کرنے والے مالک نے ہرایک کیلئے تقسیم کار کردیا کہ عورت گھر کے کام کرے اور ایک مرد کو باہر کے کام۔ دین سے ناواقفی، قرآن و حدیث کی صریح تعلیمات سے لاعلمی، عمل صالح سے کوراپن آج عورت کو چوں کہ ایک مربہ بنادیا۔ آج عورت مرد کی ہوس کا آلہء کار بنی ہوئی ہے آج عورت صرف نمائش کی شئی بن کر رہ گئی ہے کہ ہر اشتہار میں بے لباس عورت نظر آئے گی بقول علامہ اقبال کے:

آہ! بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

اور عورت بھی اپنے مقام و مرتبہ کو بھول کر چند سکوں کی خاطر یا چند تعریفی کلمات کے واسطے یا چند لوگوں کے بہکاوے میں آکر اپنا من گنوا بیٹھی ہے، اپنی حقیقت کو بھلا چکی ہے۔

جب ہم نیک اور پارسا ہوا کرتے تھے

ہم تمام عورتوں سے گزارش کرتے ہیں کہ اگر سچے دل سے اسلام کو مانتی ہو تو اسلامی تاریخ پڑھو، قرآن و حدیث کو صحیح زاویے سے پڑھ کر سمجھو کہ رب کائنات نے

تمہیں کس لئے بنایا ہے، تمہارے اندر کیا کیا صلاحیتیں رکھی ہیں اور تم کیا کیا کرسکتی ہو اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ آج بھی یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آج ماں کی گود سے بھی اولیاءکرام، صالحین عظام، بڑے لوگ، اچھے لوگ وجود میں آسکتے ہیں۔

جب ہماری مائیں اور بہنیں نیک و پارسا ہوا کرتی تھیں تو ان کی گودوں سے شیخ عبدالقادر جیلانی، معین الدین چشتی جیسے عالی مرتبت اور یگانہء روزگار ہستیاں جنم لیتی تھیں لیکن جب سے ہم نے اپنے اندر سے احساس ذمہ داری کھودیا اور اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت پر کوئی توجہ نہیں تو بجائے اس کے کہ اسلام کے شیدائی ہو فلموں کے ایکٹر بن رہے ہیں۔

ماں کے اثرات بچے پر مرتب ہوتے ہیں

اسلام کی تبلیغ واشاعت میں جس طرح مردوں نے کارنامے انجام دیئے اسی طرح عورتوں نے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور حفظ کرنے کا جس طرح مرد اہتمام کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی بڑا اہتمام کرتی تھیں، بعض ایسی بھی نیک اور صالحہ عورتیں گزری ہیں جو اپنے بچوں کو اس وقت تک ناشتہ نہیں دیا کرتی تھیں جب تک قرآن کریم کا ایک معتد بہ حصہ تلاوت نہ کرلیا کریں۔ اسکا اثر یہ ہوتا تھا کہ یہ بچے بڑے ہوکر بھی قرآن کریم کی روزمرہ تلاوت کیا کرتے تھے پھران کی اولاد پر بھی اس کا اثر پڑتا تھا اب آپ بتائیں کہ اس میں کس کی محنت کارفرما رہی لیکن افسوس کہ آج ہماری عورتوں میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے پڑھنے اور اس کے معانی میں غوروفکر کرنے کا شوق نہیں رہا مسلم محلوں میں چلے جائیں، شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جہاں سے قرآن کریم کی تلاوت سنائی دے آپ ایک غیر مسلم کے محلے میں گزریں گی تو یہ دیکھیں گی کہ صبح ہی وہ اپنے

گھروں کی صفائی کر لیتی ہیں اور پوجا پاٹ کرتی ہیں جب کہ نہ انکا مذہب صحیح ہے نہ ان کا یہ طریقہ صحیح ہے لیکن پھر بھی وہ غلط مذہب پر اس طرح مضبوطی سے عمل کرتے ہیں کہ ہم صحیح اور برحق مذہب پر بھی اتنی مضبوطی سے عمل نہیں کر پاتے ہیں۔ ہم کو اپنا احتساب کرنا چاہئے اور تلافی مافات کی فکر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن سے شغف عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام کی جلد ہفتم تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

☆☆☆

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	جلد اول و دوم
۲	انوار السالکین	
۳	انوارِ طریقت	
۴	تصوف کی حقیقت	
۵	سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ	
۸	سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطباتِ حبان	دو جلدیں
۱۳	خطباتِ رمضان المبارک	چار جلدیں
۱۴	طالبات تقریر کیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	مجالسِ رحیمی	
۱۶	اسرارِ طریقت	
۱۷	انجمن دیندار چن بسویشورا مسلمان نہیں	

☆☆☆